احوالِ کربلا

احوالِ کربلا

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔ احوالِ کربلا

پیش لفظ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوثری صاحب

تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء

طابع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یونس پیکیجز

کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔ خرم رضا، رضا کارڈ سینٹر، بابِ النجف امام بارگاہ

بفرزون۔ 0303-6219758

انتساب

﴿شہدائے کربلا کے نام﴾

فہرست

۱	پہلی مجلس جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا نمونہ، رحمدلی کے واقعات، شق القمر کا معجزہ اور آپؐ کی وفات	۱ تا ۸
۲	دوسری مجلس سورۂ دہر کے نازل ہونے کا سبب اور جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی وفات	۹ تا ۱۷
۳	تیسری مجلس فضائل جنابِ امیر علیہ السلام اور شب ضربت	۱۸ تا ۲۵
۴	چوتھی مجلس جنابِ امیر علیہ السلام کی ولادت اور شہادت	۲۶ تا ۳۴
۵	پانچویں مجلس جنابِ امامِ حسن علیہ السلام کے فضائل اور شہادت	۳۵ تا ۴۰
۶	چھٹی مجلس مباہلہ کا بیان اور جنابِ امامِ حسینؑ کی جناب رسولخداؐ، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبور سے رُخصتی	۴۱ تا ۴۸
۷	ساتویں مجلس موت کی حقیقت اور جنابِ سیدہؑ کا ایک عزادار کے یہاں تشریف لانا اور مدینے سے امام حسینؑ کا رخصت ہونا	۴۹ تا ۵۴

۸	آٹھویں مجلس	
	درود کی فضیلت اور جنابِ مسلمؑ کی شہادت	۵۵تا۶۴
۹	نویں مجلس	
	جنابِ رسول خداؐ اور جنابِ امیرالمومنینؑ کی یتیم پروری اور فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت	۶۵تا۷۴
۱۰	دسویں مجلس	
	حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی اور ورودِ کربلا	۷۵تا۸۳
۱۱	گیارہویں مجلس	
	جنابِ امام حسن عسکریؑ اور بہلول کے درمیان گفتگو اور جنابِ حرؑ کی شہادت	۸۴تا۹۱
۱۲	بارہویں مجلس	
	ایمان بالغیب کی تفسیر اور جنابِ قاسمؑ کی شہادت	۹۲تا۹۸
۱۳	تیرہویں مجلس	
	جنگ خیبر اور حضرت عباس علمدارؑ کی شہادت	۹۹تا۱۰۷
۱۴	چودہویں مجلس	
	آیۂ مودّت اور جناب علی اکبر کی شہادت	۱۰۸تا۱۱۵
۱۵	پندرہویں مجلس	
	جنابِ حسنینؑ کے فضائل اور جنابِ اصغر کی شہادت	۱۱۶تا۱۲۱
۱۶	سولہویں مجلس	
	شب عاشور	۱۲۲تا۱۲۶

۱۷	سترہویں مجلس	
	روزِ عاشورا امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت	۱۲۷تا۱۳۰
۱۸	اٹھارہویں مجلس	
	شامِ غریباں	۱۳۱تا۱۳۴
۱۹	انیسویں مجلس	
	جنابِ نوح علیہ السلام اور جنابِ ابراہیم علیہ السلام کا امتحان	۱۳۵تا۱۴۰
۲۰	بیسویں مجلس	
	جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا شادی میں جانا اور اُم حبیبہ کی روائت	۱۴۱تا۱۴۵

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام کو ''مجلس عزا'' کہا جاتا ہے اس کا سلسلہ قبل شہادتِ امامِ مظلوم بھی قائم تھا بلکہ جب ابوالبشر حضرتِ آدم علیہ السلام نے پہلی مرتبہ امامِ حسین علیہ السلام کا نام سنا تو بارگاہ ایزدی میں عرض گذار ہوئے کہ یہ کون ہے جسکا نام سنتے ہی مرا دل مغموم ہوگیا تو ہاتف غیبی نے صدا دی کہ یہ پیغمبر آخرالزماں کا نواسہ ہے جو تمہاری اولاد سے ہوگا اور اسے آخری اُمت کے ظالم تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کریں گے۔

اسکے بعد انبیائے ماسبق جب بھی کربلا سے گذرے تو ذکر شہادت سید الشہداؑ بیان ہوتا رہا یہانتک کہ خود حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی ولادت کے موقعہ پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امام حسینؑ کو ہاتھوں پر لیکر مجلس پڑھی۔

بعد شہادت پہلی باقاعدہ مجلس عزا اسیرانِ کربلا کی رہائی کے بعد شام میں منعقد ہوئی جسکی پہلی ذاکرہ خود ام المصائبؑ تھیں۔ پھر یہ مجالس مرثیہ کی صورت میں منعقد ہوتی رہیں اور آج نثر کی صورت میں بہترین خطباء فضائل و مصائب سے مومنین کرام کو مصاب فرماتے ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں مجموعہ مجالس جناب ذاکر اہلبیتؑ علامہ غلام علی مرحوم کی نوشتہ و خوانندہ ہیں جو کہ احوالِ کربلا پر مشتمل ہے گجراتی زبان سے اُردو میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام اسے پسند فرمائیں گے۔ اگر ہم اپنی اس پہلی کاوش میں کامیاب ہو گئے تو آئندہ دوسرے علماء، خطباء، ذاکرین کی مجالس بھی ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام اپنے زرین مشوروں سے نوازیں گے۔ والسلام

(کوثری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس نمبر (۱)

جناب محمد مصطفیٰؐ کے اخلاق کا نمونہ رحمدلی کے واقعات شق القمر کا معجزہ اور آپؐ کی وفات

قال اللہ عزا سمہ فی کتا بہ المجید و فر قا نہ الحمید:

و انک لعلی خلق عظیم

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: بے شک تمہارے اخلاق بڑے ہیں آپؐ کے اخلاق کی خلاق عالم نے اس آیت میں بڑی تعریف کی ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اخلاق کی وجہ سے عرب کے جاہل قوموں کو آپؐ نے صرف تیئس ۲۳ سال کی قلیل مدت میں راہِ راست کی ہدایت کی ہے۔ آپؐ کے زمانے میں عرب کے وحشی قبائل بات بات پر لڑتے تھے۔ جہالت کی تاریکی تمام عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ ذرا ذرا سی باتوں پر خون بہانا کھیل ہو گیا تھا۔

بعض قبائل انسانی خون کو اس قدر ارزاں سمجھتے تھے کہ لڑنے والے عرب اس شخص کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جس نے زیادہ انسانوں کا خون بہایا ہو۔ اور انتہا یہ ہو گئی تھی کہ بعض قبائل لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کر دیا کرتے تھے لیکن پیغمبرؐ اسلام نے اپنی بیٹی جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اس قدر عزت کی

کہ جب رسول خداؐ کے سامنے جناب سیدہؑ تشریف لاتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے تھے، جاہل عربوں کو یہ سکھانا منظور تھا کہ دیکھو بیٹیوں پر ظلم نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کی عزت کرنی چاہئے۔

تواریخ میں آپؐ کے اخلاق و معجزات سینکڑوں موجود ہیں لیکن آپ کے سامنے میں اخلاق کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پیغمبر اسلامؐ غیر مسلم کی بھی کیسی عزت کرتے تھے۔ تواریخ میں لکھا ہوا ہے کہ راہ میں ایک یہودی عورت آپؐ کے اوپر گھر کا کوڑا اکرکٹ جمع کر کے پھینک دیا کرتی تھی۔ اسکا یہ دستور تھا۔ کچھ عرصے بعد ایک دن جب حضرت محمدؐ ادھر سے گذرے تو اس عورت کے گھر سے آپؐ پر کوڑا نہیں آیا۔ آپؐ کو تعجب ہوا اور محلّہ والوں سے پوچھا کہ بھائیو! اس گھر کا مالک کہاں چلا گیا ہے؟ محلّہ والوں نے عرض کی وہ بیمار ہے اور بخار میں مبتلا ہے زمانے کا دستور ہے کہ لوگ اپنے دشمن کی مصیبت سن کر خوش ہوتے ہیں مگر صاحبِ خلق عظیم کو بجائے خوشی کے صدمہ ہوتا ہے۔ یہ ہماری نصیحت کیلئے بہت کافی ہے۔ اگر ہمارے دشمن پر کوئی مصیبت آئے تو ہمیں خوش نہ ہونا چاہئے۔ خیر جب حضرتؐ نے یہودی کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی اندر سے خادمہ نے پوچھا کون ہے؟ میں ہوں ابوطالب کا بھتیجہ محمدؐ جس پر تیری مالکہ کوڑا پھینکتی تھی۔ جا اپنی مالکہ سے کہہ دے کہ محمدؐ آیا ہے۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ خادمہ نے اندر جا کر اپنی مالکہ سے سب ماجرا بیان کیا۔ مالکہ یہ سن کر کانپ اٹھی اور اس کو خیال آیا کہ محمدؐ اپنا بدلہ لینے آئے ہیں۔ اس کو بہت افسوس ہوا اور کہا اچھا بلالو۔ خادمہ گئی اور کہا اچھا چلئے۔ میں اجازت لے آئی ہوں جب آپؐ اندر تشریف لے گئے تو یہودن کا جسم کانپ رہا تھا حضرتؐ کو دیکھ کر کہا! آپ نے بدلہ لینے کیلئے بہت ہی برا وقت رکھا، یہ وقت بدلہ لینے کا نہیں ہے، مجھے معاف کرو حضرتؐ نے فرمایا: نہیں نہیں تم گھبراؤ نہیں، میں تمہاری

عیادت اور خدمت کیلئے آیا ہوں ۔ یہ فرما کر آپؐ نے دُعا کی اور اُسکا بخار اتر گیا ۔ یہودن کافی دیر تک حضرتؐ کی طرف دیکھتی رہی ۔ پھر کہنے لگی مجھے آپ سے ایسی اُمید نہیں تھی ۔ اگر یہی اسلام کی تعلیم ہے تو اے مسلمانوں کے رسولؐ مجھ کو بھی مسلمان سمجھو۔ یہ کہہ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئی ۔

اللهم صل علی محمد و آل محمد

اب آپؐ کا ایک اور معجزہ آپ حضرات کو سنا کر مصائبِ پر مجلس کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں ۔ ناسخ تواریخ میں لکھا ہے کہ حبیب بن مالک کندی قریش کے اصرار سے ٹھاٹھ سے طائف سے معجزہ شق القمر کے لئے آیا۔ دربار آراستہ کیا گیا اور حضرتؐ سے معجزہ چاہا۔ ایک تاریخ مقرر ہوئی اور چاروں طرف چپہ چپہ میں اسکا چرچہ ہونے لگا عبداللہ کا یتیم چاند کے ٹکڑے کرنے والا ہے ۔ دیکھیں کہاں تک بات سچی ہے ۔ ہجرت کے تین سال قبل چودہ ذی الحجہ کی یہ بات ہے کوہِ ابوقیس پر لوگ جمع ہوئے حبیب بن مالک قریش کے سرداروں کیساتھ ایک چاندی کی کرسی پر بیٹھ گیا اسطرف جنابِ رسول خداؐ نے غسل کیا پوشاک پہنا اور نماز پڑھ کر مناجات کی ۔ جبرائیل امینؑ نے بحکم جلیل آکر عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اگر آپ فرمائیں تو ہم آسمان کو زمین سے ملا دیں ۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ایک ہزار سال قبل قمر کو آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر رسالتمآبؐ کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے ۔ جناب خدیجہؑ سے آپؐ نے فرمایا کہ تم دُعا کرو کہ آج کے دن دینِ خدا کی عزت رہ جائے ۔ بیت الشرف چمکتا ہوا نبوت کا چراغ نمایاں ہوا۔ آپؐ کے پہلو میں قمر امامت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ پشت پر جنابِ حمزہ و جعفر و عقیل اور عباس تھے آہستہ آہستہ آپؐ چلے جن لوگوں نے آفتاب رسالت اور قمر امامت کی زیارت کی اس وقت ایک شور بلند ہوا۔ حبیب نے آپؐ کی تعظیم کی اور عرض کی کہ پہلے دعا کیجئے کہ چاند پر اسقدر اندھیرا

چھا جائے کہ وہ دکھائی نہ دے۔ پھر قمر کے دوٹکڑے کر کے دکھائیں۔ مومنین! حضرتؐ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور جناب امیرؑ نے آمین کہا۔ بس اس وقت چاندنی رات میں ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ لوگ پریشان ہونے لگے اس وقت حبیب بن مالک نے عرض کی اے پیغمبرؐ خدا اب تاریکی کو دور فرمادیں اور چاند کو حکم دیجئے کہ دوٹکڑے ہو جائے۔ بس حضرتؐ نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور اشارہ ہوتے ہی چاند کے دوٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا آسمان پر قائم رہا اور دوسرا زمین پر آیا اور کعبہ کا طواف کیا اور حضرتؐ کے قریب آ کر گواہی دی:

اشهد ان لا اله الاالله و حده لا شريك له و اشهد ان محمدا رسول الله

حبیب بن مالک آپؐ کا معجزہ دیکھ کر قائل ہوا کہ آپؐ خدا کے سچے رسول ہیں مومنین پیغمبرؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا اور اسی پیغمبرؐ کے خلیفہ اوّل جنابِ امیرؑ نے آفتاب کو پلٹا کر دنیا کو معجزہ دکھایا اور آفتاب کو وہی پلٹا سکتا ہے جو رسولؐ کا جانشین ہو۔

(صلوات)

عزادارو ایسے ہی پیغمبرؐ اسلام نے اپنے آخری وقت وصیت کرنا چاہی مگر کسی نے آپؐ کو قلم ودوات نہیں دیا۔ اگر آپ کو قلم ودوات دے دیتے تو یہ اُمت اسقدر گمراہ نہیں ہوتی اور کہنے والے نے کہہ دیا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ افسوس جب پیغمبر خداؐ اس جواب سے مایوس ہو گئے آپؐ کی اُمید منقطع ہو گئی حضرتؐ نے اسکی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور مجبور ہو کر آپکو کہنا پڑا کہ قوموا انی یہاں سے ہٹ جاؤ۔ افسوس ہزار افسوس کہ پیغمبر اسلامؐ کی باتوں پر بہتوں نے عمل نہیں کیا آپؐ مسجد میں لوگوں کو فرماتے کہ: میری وفات کا وقت نزدیک ہے ایھا الناس انی تارک فی کم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی یعنی میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ جاتا

ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترتؑ۔ان دونوں سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہو جائیں۔تم کو لازم ہے کہ ان دونوں کے خلاف ہرگز نہ جانا ورنہ ھلاک ہو جاؤ گے۔جب آپؐ ام سلمٰی کے گھر تشریف لائے اور ام سلمٰی نے آپکی عجیب حالت دیکھی تو ام سلمٰی نے کہا یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں یہ کیسی حالت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میری وفات کا وقت قریب ہے اور آج سے پھر محمد کی آواز نہ سنوگی۔یہ سن کر جنابِ اُم سلمٰی رونے لگیں آپؐ نے فرمایا: ارے جلدی میری بیٹی فاطمہؑ کو بلاؤ کہ میں اس سے رخصت ہولوں۔جناب سیدہؑ حاضر ہوئیں اور دیکھا کہ باباؐ پر غشی طاری ہے اور چند ساعت کے مہمان ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ سینہ مبارک سے لپٹ گئیں اور منہ پر منہ رکھ کر رونے لگیں وابتاہ وا رسول اللہ لتنفسک ابغد اے بابا جان میری جان آپؐ پر نثار ہو بابا بیٹی سے بات کیجئے میں آپؐ کی پارہ جگر فاطمہؑ ہوں جنابِ رسول خداؐ کو کچھ ہوش آیا تو فرمایا کہ: اے بیٹی پریشان نہ ہو سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی۔اے بیٹی میرے بچوں کو بلاؤ میں ان سے رخصت ہولوں اور وہ مجھ سے رخصت ہولیں۔جب آپؐ کے پیارے حسنینؑ تشریف لائے اس وقت آپؐ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور سینے سے لگایا اور بار بار ہر ایک کی خوشبو سونگھتے تھے۔

لکھا ہے اس وقت جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور تحفہ درود وسلام کے بعد عرض کی کہ: یارسول اللہؐ خلاقِ عالم نے آپؐ کیلئے جنت کا کافور بطور ھدیہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ: اس جنت کے کافور کو اپنے حنوط کیلئے لیجئے۔اور بقیہ اپنے اہلبیتؑ میں تقسیم کر دیجئے۔جناب رسالتمآبؐ نے اس کافور کے چار حصے کئے۔ایک حصے میں سے اپنے لئے لیا' ایک جناب امیرؑ کو' ایک جناب سیدہؑ کو اور ایک امام حسنؑ کو عنایت کیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب جناب امام حسینؑ کو مرحمت نہ فرمایا تو بنظرِ حسرت ویاس اپنے نانا کی طرف دیکھا اور رو دیئے اور عرض کی کہ اے نانا تعجب ہے کہ اس کافورِ جنت سے سب کو مرحمت فرمایا مگر مجھ کو نہ دیا آیا میں اس لائق نہ تھا؟ جناب رسالتمآبؐ نے یہ کلام جگر خراش اپنے نواسے سے سنا تو تاب ضبط نہ لا سکے بے اختیار گلے سے لگا لیا اور لب و دنداں کے بوسے لینے لگے۔ شہزادہ مچل کر رونے لگا۔ پیغمبر خداؐ اپنے نواسے کو روتا ہوا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا:

جا نِ من غمگین مہ شر رو ز شہا دت دور نسبت

کشتہ راہ خدا حاجت کافور نیست

اے بیٹے حسینؑ تو وہ مظلوم ہے کہ صحرائے کربلا میں تین روز کا بھوکا پیاسا مثل گوسفند کے ذبح کیا جائے گا۔ اے بیٹا تجھے کافور کی ضرورت نہیں ہے تیرا حنوط صحرائے کربلا کی ریت ہے اور تیرے خون سے تیرا غسل ہوگا۔

لکھا ہے کہ جب پیغمبر خداؐ بیہوشی کے عالم میں اور جناب سیدہؑ باپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک مردِ عرب نے آواز دی ,السلام وعلیک یا رسول اللہؐ میں مسافر پیغام لیکر حاضر ہوا ہوں۔ اگر اجازت ہو تو اندر آ جاؤں جنابِ سیدہؑ نے فرمایا: اے بھائی اس وقت خدا کا رسولؐ بسبب مرض غشی کی حالت میں ہے اور یہ وقتِ ملاقات کا نہیں؛ تھوڑی دیر بعد اُسنے پھر اجازت چاہی پھر آپؑ نے وہی جواب دیا۔ پھر تیسری مرتبہ ذرا بلند آواز سے پکارا۔ رسولؐ کی آنکھ کھل گئی جناب سیدہؑ کانپ گئیں۔ حضرتؐ نے پوچھا: بیٹی! کیا ہے؟ عرض کی بابا کوئی دروازے پر آیا ہے اور اذن طلب کرتا ہے۔ میں آپکی علالت کا عذر کرتی ہوں وہ کچھ نہیں سنتا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ: اے میری بیٹی! تم نے جانا کہ یہ کون ہے؟ بیٹی یہ وہ ہے جو عورتوں کو بیوہ بناتا ہے، بچوں کو یتیم کرتا ہے، آرزؤں کو قطع کرنے والا ملک الموت فرشتہ ہے۔ بیٹی تیرے

ہی گھر کو یہ عزت ہے کہ تیرے گھر کی اجازت طلب کی ہے اسکو اجازت دو کہ وہ گھر میں داخل ہو یہ سننا تھا کہ جناب سیدہؑ کے منہ سے نکل گیا ہائے مدینہ ویران ہوا۔ حضرتؐ نے محبت کی وجہ سے انکا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اور ملک الموت کو اجازت دی۔ ملک الموت گھر میں داخل ہوا اور عرض کی اے حبیب خداؐ خلاق عالم نے تحفہ سلام کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ: آپؐ کو اختیار ہے اگر ہماری ملاقات منظور ہو تو اپنی موت پر راضی ہو تمام حور و غلمان و رضوان آپؐ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ اگر موت منظور نہ ہو تو جب تک دل چاہے دنیا میں رہئیے۔ اسوقت آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ملک الموت مجھے اتنی مہلت دو کہ جبرائیلؑ آجائیں اور مجھے خوشخبری دیں۔

عزادارو! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور قسم قسم کی خوشخبری سنائی آخر میں آپؐ کو یہ خوشخبری سنائی کہ قیامت کے روز آپؐ کی امت سے اسقدر لوگوں کو خدا بخشے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: اب میں خوش ہوا۔ اے ملک الموت! اب خداوندِ عالم کا حکم بجالا۔

اب رسولؐ کا آخری وقت تھا آپکی نگاہ آپکی پارہ جگر فاطمہؑ پر تھی اور پیغمبر اسلامؐ کی روح جنت پرواز کر گئی۔ جناب فاطمہؑ نے نعرہ لگایا کہ میں برباد ہوگئی اور مدینہ ویران ہوگیا۔ یہ کہہ کر زمین پر گر پڑیں اور بے ہوش ہوگئیں۔ جناب حسنینؑ نے سر سے عمامے پھینک دیئے اور گریبان چاک کر لئے۔ رونے کا کہرام سنکر مدینے والے سمجھے کہ خاتم النبینؐ دنیا سے سدھارے۔ مدینے والے روتے پیٹتے درِ دولت پر حاضر ہو گئے۔ نبیؐ کے گھر پر آج مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سیّدہؑ زار زار رونے لگیں، حسنینؑ نانا کے فراق میں تڑپنے لگے۔ پیغمبر اسلامؐ اپنے دل میں آرزوؤں کو لے کر گئے۔ آپؐ کو دفن کرنے میں جناب امیرؑ اور دو کمسن بیٹوں کے ساتھ بنی ہاشم میں عباسؓ اور انکے دو فرزند، حضرت علیؑ نے رسولؐ کو غسل دیا۔ کفن پہنایا اور جنازہ تیار کیا،

رسولؐ کی اکلوتی بیٹی کی یہ حالت تھی کہ کبھی روتی پیٹی تھیں کبھی ماتم کرتیں، فضل بن عباس اور جناب امیرؑ نے آپؐ کو قبر میں اتارا۔ حسنینؑ چلاّ چلاّ کر رو رہے تھے۔ جب پیغمبر اسلامؐ کو دفن کر کے گھر آئے تو جنابِ سیدہ نے عجب حسرت سے پوچھا! اپنے رسولؐ کو اپنے ہاتھ سے دفن کر آئے؟ یہ کیسے حسرت کے کلمات تھے! یہ کہہ کر معصومہؑ نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئیں۔ لوگ اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ جنابِ فاطمہؑ کو لوگ پرسہ دینے کو موجود تھے۔ اور ملک الموت بغیر اجازت گھر میں داخل نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ رسولؐ کا گھرانہ تھا اور رسولؐ کی بیٹی کا احترام کرتے تھے۔ مگر اللہ اللہ کیسے مسلمان تھے کہ اسی رسولؐ کی بیٹی کے پہلو پر دروازہ گرایا ارے اسی پر بس نہیں کیا علیؑ کے گلے میں رسیاں باندھیں اور گھر جلانے کیلئے آئے میں عرض کروں گا کہ واقعہ کربلا کی آج سے ابتداء ہوگئی۔ اشقیا کی جرأت بڑھ گئی۔ محرم کی دس تاریخ کو جب فاطمہؑ کا فرزند شہید ہو چکا تو خیمہ اہلبیتؑ میں اشقیا نے آگ لگا دی۔ بیبیوں کے سروں سے چادریں چھین لیں۔ نوکِ نیزہ سے بیبیوں کو اذیت دی۔ کمسن بچیوں کے کانوں سے گوشوارے اسطرح چھینے کہ کانوں سے لہو بہنے لگا۔ بچیوں کی فریاد و فغانوں کو کوئی نہ سنتا تھا۔

مجلس نمبر (۳)

سورۂ دھر کے نازل ہونے کا سبب اور جنابِ سیدہؑ کی وفات

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

یوفون بالندر ویخا فو ن یوما کان شرہ مستطیرا ویطعمو ن الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء و لاشکورا

(خدا کے نیک بندے ایسے ہیں کہ جو نذرِ خدا سے کرتے ہیں اس کو پورا بھی کرتے ہیں اور اس روز سے ڈرتے ہیں جسکا شر بہت طولانی ہے اور وہ خدا کی محبت میں مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ہم تم کو یہ کھانا محض قربتاً الی اللہ کھلا رہے ہیں۔نہ تم سے کسی بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔(ہم اپنے رب سے اس دن کیلئے ڈرتے ہیں جو نہایت ہی تلخ اور پریشان کرنے والا ہوگا۔)

اس آیت کے متعلق سنت جماعت کے بہت بڑے عالم ثعلبی نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ یہ سورہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے اگر اس مقام پر اس سورے کے متعلق ہم یہ عرض کریں تو غلط نہ ہوگا کہ قدرت نے اہلبیتؑ کی سخاوت کو داد دی ہے اور یہ ان کی تعریف میں پورا قصیدہ فرمایا اور حقیقت میں تو اہلبیتؑ کی تعریف تو خدا ہی کرسکتا ہے۔

اس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک روز امام حسنؑ اور امام حسینؑ بہت بیمار ہوئے' دن بہ دن کمزوری آنے لگی۔ایک روز جبرائیل امین رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: آپؐ کے پیارے نواسوں کے شفایاب ہونے کی تدبیر اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ آپؐ، علیؑ و فاطمہؑ سے کہیں کہ وہ تین دن کے روزے نذر مانیں اور جب شفا ہو جائے تو اس نذر کو پورا کریں۔عشاء کی نماز کے

بعد جب آپؐ اپنی بیٹی کے یہاں تشریف لائے اور جبرائیل امینؑ کے ساتھ جو بات چیت ہوئی تھی وہ بیان فرمائی۔ اسی وقت جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ نے منت مانی کہ اگر ہمارے بچے اچھے ہو جائیں تو ہم تین دن روزے رکھیں گے۔ جب حسنینؑ نے یہ بات سنی تو انہوں نے بھی اپنے ماں باپ کی طرح یہی نذر مانی اس وقت جنابِ فضہ بھی پاس بیٹھی ہوئیں تھیں انکو شہزادوں سے وہی محبت تھی جو ایک شفیق ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ فوراً انہوں نے بھی اس نذر میں شرکت کی۔

خلاق عالم نے اس نذر کی بدولت بہت جلد بچوں کو شفاء عطا فرمائی۔ اب نذر پورا کرنے کا وقت آیا۔ پانچوں بزرگواروں نے روزہ رکھا۔ مومنین حسنینؑ کے یہ پہلے روزے ہیں۔ دنیا میں دستور ہے کہ جب بچوں کے پہلے روزے ہوتے ہیں تو افطار میں بڑا اہتمام کیا جاتا ہے، کنبہ جوڑا جاتا ہے۔ مومنین افطاری کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ ماں باپ اس بات کے خواہاں ہوتے ہیں کہ ہمارے بچوں کا پہلا روزہ بڑا شاندار ہو۔ لیکن حسنینؑ کا یہ پہلا روزہ اس شان سے ہوا کہ اس روز سیدہ عالمؑ کے گھر میں کھانے کو بھی نہ تھا۔ ایسی حالت میں نبی زادی کیا اہتمام کر سکتیں تھیں۔ اہتمام تو بڑی چیز ہے وہاں تو افطار کے بعد بچوں کے لئے آب و نمک کا سہارا بھی نہ تھا۔ سوائے خوشنودی خدا و دنیا کی کسی نعمت کی خواہاں نہ تھے۔ لیکن چونکہ بقائے زندگی کے لئے تھوڑی سی غذا کھانا ہر انسان کیلئے ضروری ہے لہٰذا دو پہر ڈھلنے کے بعد جناب سیدۃ نے امیر المومنینؑ سے عرض کی: اے ابوالحسنؑ آپ کو معلوم ہے کہ آج ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں اگر کہیں سے ممکن ہو تو اتنی غذا فراہم کرو کہ افطار کے بعد میرے بچے کھا سکیں۔ میرے بچے ابھی کمسن ہیں۔ اور ان کے یہ پہلے روزے ہیں۔ ابھی بستر بیماری سے اٹھے ہیں، وہ بھوک برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر امیر المومنینؑ باہر تشریف لے گئے اور ایک یہودی سے کچھ اُون اُجرت پر کاتنے

کیلئے لی اور اس کی مزدوری میں جو پیشگی لیکر آپ تشریف لائے۔ جنابِ سیدہ سے فرمایا اے دختر رسولؐ میں اُون لایا ہوں اور اسکی کتائی یہ جو ہے۔ انہوں نے اس اُون کے تین حصے کئے اور جو کے بھی۔ پہلے حصے کا اُون کاتا اور اس کی اُجرت کے تیسرے حصے کے جو لیکر خود ہی چکی میں پیسے' اس کے بعد آٹا خمیر کر کے خود ہی پانچ روٹیاں پکائیں۔ باوجود کہ جناب فضہ جیسی خادمہ موجود تھیں لیکن رسول زادی نے یہ سب کام اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ الغرض جب افطار کا وقت آیا تو پانچوں بزرگوار اپنی اپنی روٹی لے کر کھانے بیٹھے' لقمہ توڑ کر منہ میں رکھنا چاہتے تھے کہ سائل نے آواز دی کہ اے اہلبیت رسولؐ میں مدینے کا مسکین ہوں اور بھوکا ہوں۔ مجھے کھانا دو۔ خدا اس کے بدلے میں جنت کے دستر خوان سے عطا فرمائے گا۔ یہ سن کر جناب امیرؑ نے اپنی روٹی اٹھائی اسوقت جناب سیدہ نے فرمایا کہ: اے ابوالحسنؑ! ایک روٹی شاید سائل کو کافی نہ ہو میری بھی لے جاؤ۔ جب حسنینؑ نے یہ ماجرا دیکھا تو عرضکی: اے بابا جان شاید یہ سائل صاحب عیال واطفال ہو لہٰذا ہماری روٹی بھی اس کیلئے حاضر ہے۔ اسکے بعد جناب فضہ نے بھی اپنی روٹی جناب امیرؑ کے سپرد کی۔ حضرتؑ نے وہ پانچوں روٹیاں سائل کو دے دیں اور سب نے پانی سے روزہ کھولنے پر قناعت کی۔ جب دوسرا دن ہوا تو اسی طرح پانچ روٹیاں تیار کی گئیں اور افطار کے وقت سب روٹیاں اپنے سامنے رکھکر افطار کیلئے بیٹھے تو ایک سائل نے پھر صدا دی اے اہلبیت رسولؐ میں مدینے کا یتیم ہوں۔ مجھے کھانا دو خدا تمہیں جنت کے دستر خوان سے عطا فرمائے گا۔ سب نے پھر اپنی اپنی روٹیاں سائل کو دیدیں اور پانی سے افطار کر کے شکرِ خدا کیا۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ مدینے کے ایک قیدی نے سوال کیا اور سب نے اپنی روٹیاں دے کر پانی سے افطار کیا۔ حضرات آپ نے اس گھرانے کی سخاوت دیکھی۔ کیا دنیا میں اس سخاوت کی مثال مل سکتی ہے؟ لکھا ہے کہ تین روز اہلبیتؑ کو

اسطرح بھوک میں گزر گئے تو خلاق عالم نے اپنے رسولؐ پر وحی کی کہ خانہ سیدہؑ میں جاؤ اور سورہ دھر کی تلاوت کرو۔ چنانچہ حضرتؐ سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ دیکھا کہ بھوک سے سب کا غیر حال ہے۔ حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ کمزوری کی وجہ سے نڈھال پڑے ہیں۔ آپؐ نے دونوں بچوں کو آغوش میں لے لیا اور پیار کیا۔ حضرتؐ نے سیدہؑ سے فرمایا کہ: بیٹی میرے بچوں کا بھوک سے یہ حال ہو گیا مگر تم نے خبر نہ کی؟ جناب سیدہؑ نے عرض کی کہ بابا جان مجھے اپنے گھر کے فقر و فاقہ کا حال بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی۔ یہ سنکر حضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: اے بیٹی! میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ خدا کی سرکار میں تم سب کی عبادت قبول ہوئی۔ بیٹی تیرا مرتبہ مریمؑ سے زیادہ ہے۔ اے بیٹی! خدا نے تمہاری تعریف میں سورہ دھر نازل فرمائی ہے۔ یہ سنکر سب بہت خوش ہوئے۔ افسوس حضرات ایسے سخی اور کریم گھرانے کے ساتھ دنیا والوں نے کیسا سلوک کیا؟ آپؑ ارشاد فرماتی ہیں:

صبت علی مصا ئب لو انھا صبت علی الایا م صرن لیا لیا

جو مصیبتیں مجھ پر پڑیں وہ اگر دنوں پر پڑتیں تو سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے انہی مصیبتوں نے معصومہؑ کی جان لے لی۔ حضرات! باپ کے غم میں جناب سیدہؑ کی یہ حالت تھی کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا۔ سر مبارک پر درد کے سبب پٹی بندھی رہتی تھی اور رات دن ہائے بابا تم کہاں چلے گئے؟ مسجد ویران ہے مدینہ خالی ہے کہہ کر رویا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ مدینے والوں نے آ کر شکایت کی کہ یا علیؑ سیدہؑ کے رونے سے ہمارے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ آپؑ سمجھائیے کہ رات دن میں ایک وقت رونے کا مقرر کر لیں۔ ہائے افسوس رسولؐ کی پیاری بیٹی کو اب باپ پر رونے کیلئے بھی پابندی لگائی جاتی ہے۔ جناب امیرؑ نے جب مدینے والوں کا پیام دیا تو معصومہؑ کا دل چور ہو گیا۔ اور کہا یا ابوالحسنؑ ان لوگوں سے کہنا کہ فاطمہ چند دنوں کی مہمان ہے۔ آخر

جنابِ امیرؑ نے مدینے کے قبرستان میں ایک جگہ مقرر کی جہاں وہ مظلومہ صبح کو اپنے دونوں فرزندوں کو لے کر آتی تھیں اور سارا دن باپؐ کے فراق میں رویا کرتی تھیں شام کو جناب امیرؑ آتے تھے اور سمجھا کر گھر لے آتے تھے۔

عزادارو! جب سے رسولؐ نے انتقال فرمایا جناب بلالؓ نے اذان دینا چھوڑ دی تھی کہ اب رسولؐ کے بعد کس کے لئے اذان دوں۔ ایک دن جب بلالؓ خانہ سیدہؑ پر سلام کے لیے آئے تو سیدہؑ نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آج بابا کے مؤذن کی اذان سنوں۔ بلالؓ یہ سن کر اذان دینے کھڑے ہو گئے۔ جب بلالؓ نے اللہ اکبر کہا جناب سیدہؑ کو باپ کا زمانہ یاد آ گیا اور آپؑ رونے لگیں۔ جب بلالؓ نے کہا اشہدان محمدالرسول اللہ یہ سن کر جناب سیدہؑ نے ایک آہ کھینچی اور نعرہ مارا اور منہ کے بل زمین پر گر پڑیں اور بیہوش ہو گئیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ باپ کی شیدا انتقال کر گئیں۔ لوگوں نے بلالؓ سے کہا بلالؓ اذان مؤقوف کرو کہ دختر رسولؐ انتقال کر گئیں۔ بلالؓ نے اذان موقوف کر دی۔ کچھ دیر کے بعد جنابِ سیدہؑ کو ہوش آیا تو حکم دیا کہ اذان کو تمام کرو بلالؓ نے کہا شہزادی مجھے معاف رکھیں۔ مجھے خوف ہے کہ آپؑ ہلاک نہ ہو جائیں۔

جب جناب سیدہؑ کی حیات کی آخری رات آئی اور آپؑ کو الہام سے معلوم ہوا تو اس صبح کو آپؑ نے حسنینؑ کو نہلایا۔ کھانے کا سامان تیار کرنے لگیں۔ بچوں کے کپڑے بھی دھوڈالے۔

جناب امیرؑ گھر میں تشریف لائے اور دیکھا کہ فاطمہؑ نے ایک ساتھ کئی کام کئے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ: اے فاطمہؑ! میں نے آپ کو دنیا کے دو کام ایک وقت کرتے نہیں دیکھا۔ کیا سبب ہے بیماری کے عالم میں تین کام ہو رہے ہیں۔

اے ابوالحسنؑ! جدائی کا وقت قریب آ گیا۔ اپنے پیاروں کو نہلا دُھلا لوں۔ کھانا

کھلا دوں کیونکہ جب میں دنیا سے گزر جاؤں گی تو آپ میرے ماتم میں ہونگے۔ میرے بچوں کی خبر کون لے گا۔ کھانا کون کھلائے گا؟ یہ سن کر جناب امیرؑ رونے لگے۔ اور فرمایا! انا للہ وانا الیہ راجعون اے دختر رسولؐ آپؐ کے باباؐ کی وفات کے بعد کچھ تم سے تسلی و دلاسا ملتا تھا۔ اب تم بھی دنیا سے جاتی ہو۔ مجھ سے یہ مصیبت پر مصیبت کس طرح برداشت ہوگی؟ معصومہؑ نے عرض کی: جس طرح تم نے باباؐ کی مصیبت میں صبر کیا اسی طرح میری مصیبت میں صبر کرنا۔ جناب سیدہؑ کا حال متغیر ہوا اور کمزوری غالب آئی۔ اپنے بچوں کے کام میں اسی طرح مشغول ہوتیں، بار بار بچوں کی صورت دیکھتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ جناب امیرؑ نے دونوں بیٹوں سے فرمایا کہ: اے پیاروں! تم خدا کے پیارے اور حبیبؐ خدا کے نواسے ہو۔ ذرا ناناؐ کے روزے میں جاؤ اور اپنی ماں کی صحت کے لئے دعا کرو۔ شہزادے روتے پیٹتے ناناؐ کے روضے میں آئے۔ جناب فضہ سے روایت ہے کہ جب میری شہزادی کی حالت خراب ہوگئی تو میں نے مسجد میں جا کر جناب امیرؑ کو اطلاع دی۔ آپؑ جلدی جلدی گھر آئے۔ جناب سیدہؑ غشی کی حالت میں تھیں حضرتؑ نے نام لے کر کئی مرتبہ پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: یا بنت خدیجة الکبری فانا بن عمك کلمنی. اے خدیجۃ الکبریٰ کی یادگار میں تمہارا ابن عم ہوں مجھ سے باتیں کرو۔ اس وقت جناب سیدہؑ نے آنکھیں کھول کر آپؑ کی طرف دیکھا اور کہا۔ ابھی میرے بابا جانؐ میری ماں کے ساتھ میرے پاس موجود تھے اور مجھے جنت میں بلا رہے تھے۔ یہ سن کر جناب امیرؑ کو آپکی موت کا یقین ہوگیا۔ گرم پانی سے آپکا ہاتھ منہ دھلایا اور تسکین دی جناب معصومہؑ نے کہا: اے ابوالحسنؑ جدائی کا وقت آپہنچا۔ میری چند وصیتیں سن لو۔ میں برسوں سے آپکے ساتھ رہی ہوں کوئی خطا ہوگئی ہو تو معاف کرنا۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا: اے فاطمہؑ تم تو معصومہ ہو تم سے کیونکر خطا ہو سکتی ہے۔ دوسری

وصیت یہ ہے کہ میرے بعد آپ کو گھر کے کام کاج کے لئے زوجہ کی ضرورت ہو گی تو میں آپؑ سے امید کرتی ہوں کہ آپؑ میری خالہ زاد بہن امامہ کے ساتھ شادی کیجئے کہ وہ میرے بچوں سے بہت پیار کرتی ہے۔ مولا اسکے سہارے میرے بچے پل جائیں گے۔ لیکن ایک رات زوجہ کے ساتھ رہنا اور ایک رات بچوں کے پاس آرام کرنا۔ کیونکہ میرے بچے اکیلے سونے کے عادی نہیں۔

اے ابوالحسنؑ میرے بچے ابھی چھوٹے ہیں نانا کے مرنے سے دل ٹوٹے ہوئے ہیں، میری جدائی سے میرے بچوں کا غم زیادہ ہو جائے گا۔ شاید کسی وقت کوئی کام غلط ہو جائے تو بے ماں کے بچے سمجھ کر درگزر فرمانا۔

یا علیؑ مجھ کو غسل آپ ہی دینا۔ اور غسل کے وقت میرا پیراہن الگ نہ کرنا۔ مجھ کو میری ماں کی چادر اور باپ کی ردا میں کفن دینا۔ میرے جنازہ پر آپؑ ہی نماز اور میرے جنازے پر میرے دشمنوں کو نہ آنے دینا۔ یا ابوالحسنؑ میرا جنازہ رات کو اُٹھانا مگر روشنی گل کر دینا۔ کہ میرے جنازے پر کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ میری قبر کا نشان کئی جگہ بنانا اور خود آپؑ قبر میں اُتارنا۔ ابوالحسنؑ میں گھر میں اکیلی کبھی نہیں رہی اور اب ایسے مکان میں جاتی ہوں جہاں کوئی ساتھی نہیں۔ اس عالم تنہائی میں کون ساتھ دے گا۔ چاہتی ہوں کہ آپؑ مجھے بھول نہ جانا۔ اور میری قبر کو فاتحہ خوانی سے محروم نہ رکھنا۔ جناب امیرؑ حسرت آمیز باتیں سن کر بلند آواز سے رونے لگے۔ اور فرمایا: اے بنتِ رسولؐ! جب تم باباؐ کی خدمت میں پہنچنا تو میری طرف سے انکو سلام کہنا اور جو جو مصیبتیں مجھ پر گزری ہیں ان سے بیان کرنا یہ باتیں کر کے آپؑ بیہوش ہو گئیں۔

حسنینؑ ماں کی یہ حالت دیکھ کر چلا چلا کر رونے لگے۔ واہ رے ماں کی محبت! بچوں کی رونے کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں۔ اور ہاتھ پھیلا کر سینے سے لگا لیا۔

پھر معصومہؑ نے اسماء کو بلا کر فرمایا: مجھے اس کمرے میں پہنچا دو اور کوئی میرے پاس نہ آئے۔ایک ساعت کے بعد مجھے پکارنا۔اگر آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں دنیا سے گزر گئی ہوں۔اسماء کا بیان ہے کہ جب میں معصومہؑ کو کمرے میں پہنچا کر باہر آئی اور دروازے پر بیٹھی تو میں نے سنا کہ آپؑ فرماتی ہیں۔ الھی و سیدی اسئلک بالذین اسقفیھم ان تغفر لی شیعتی و شیعته ذریتی ''اے میرے مالک اے میرے سردار! یہ کنیز تجھ سے اُمید وار ہے کہ میرے اور میری اولاد کے شیعوں کو بخش دے۔'' الغرض میں نے ایک ساعت کے بعد آواز دی مگر کچھ جواب نہ آیا۔دوڑ کر حجرے میں گئی چہرۂ مبارک سے چادر ہٹا کر دیکھی معصومہؑ دنیا سے انتقال کر گئی ہیں۔ کنیز رونے اور پیٹنے لگی۔اتنے میں حسنؑ و حسینؑ گھر میں داخل ہوئے،آتے ہی پوچھا کہ ''ہماری اماں کہاں ہیں؟ اسماء کہتی ہے یہ سن کر میرے آنسو نکل پڑے اور سینے سے لپٹا کر کہا: شہزادو تمہاری ماں نانا ؐ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔صبر کرو۔یہ سننا تھا کہ صاحبزادوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے عمامے سروں سے اتار کر پھینک دیئے۔

جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب معصومہؑ نے وفات پائی تو میں نے وصیت کے بموجب غسل و کفن دیا اور کافور سے حنوط کیا جو جناب رسول خداؐ کے حنوط سے باقی رہا تھا۔جب میں نے چاہا کہ کفن کے بند باندھوں تو اہل بیت کو آواز دی یاام کلثوم و یا زینب و یا حسن و یا حسین ھلمو بزور من امکم و ھذا لفراق اللقاء فی الجنته اے ام کلثومؑ واے زینبؑ اے حسنؑ و حسینؑ آؤ اپنی ماں کا آخری دیدار کرلو اب پھر جنت میں ملاقات ہوگی۔یہ آواز سننا تھا کہ تمام بچے روتے ہوئے دوڑ اور ماں کی میت کے پاس گھومنے لگے رونے پیٹنے لگے۔حسنینؑ رو رو کر کہتے تھے کہ: اے ماں! جب ناناؐ کے پاس پہنچنا تو ہماری طرف سے سلام کہنا کہ آپؐ کے بعد ہم پر بڑے ظلم ہوئے۔دو مہینے نہ گزرے تھے کہ یتیم ہوگئے۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو

گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس وقت سیدہ کی میت کانپ گئی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر حسنینؑ کو سینے سے لگا لیا۔ ناگاہ آواز آئی یا علیؑ! حسنینؑ کو جلدی سے ہٹاؤ کہ ملائکہ آسمان میں کہرام برپا ہے۔ صاحب لوائج الحزان تحریر فرماتے ہیں کہ: جب رات خوب اندھیری ہوگئی اور جناب امیرؑ غسل وکفن سے فارغ ہو چکے تو معصومہؑ کا جنازہ اٹھایا گیا اور مقامِ دفن تک لائے تو ایک طرف سے آواز آئی الی الی یا علی. یا علیؑ ادھر لے آؤ حضرتؑ نے دیکھا کہ قبر تیار ہے۔ جناب امیرؑ اور حسنینؑ نے سیدہ کو قبر میں اُتارا اس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا: میری طرف سے اور آپکی بیٹی کی طرف سے سلام پہنچے۔ یہ لیجئے بیٹی کی میت: آپکی امانت۔ قبر میں سے دو ہاتھ نکلے اور آواز آئی یا علیؑ! لاؤ میری امانت مجھے دے دو۔ یہ فرما کر جناب رسول خداؐ نے بیٹی کی میت لے لی اور قبر خود بند ہوگئی۔ جناب امیرؑ نے قبر کو زمین کے برابر کر دیا تاکہ قبر کا نشان باقی نہ رہے۔ اور قبر پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے۔

ورقہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپؑ امام صابر ہیں اس قدر کیوں روتے ہیں آپؑ نے فرمایا: اے ورقہ! میں اسلئے روتا ہوں کہ وہ کوڑے کے نشان جو انکے جسم پر تھے مجھ سے بھلائے نہیں جا سکتے۔ ساری کھال مثل نیل کے سیاہ ہوگئی تھی۔

سیدہؑ کے سوگواروں! جناب امیرؑ نے سیدہؑ کے جسم پر کوڑوں کے چند نشان دیکھے اور آپؑ کی یہ حالت ہوگئی۔ مگر کہاں تھے جناب امیرؑ جب باپ کے سینے پر سونے والی بچی شام کے قید خانے میں انتقال کر گئی۔ غسالہ نے کرتا اُتارنا چاہا تو اُتارا نہ جا سکا ورنہ کھال اور گوشت جسم سے کپڑے کے ساتھ نکل آتا۔ یہ دروں اور نیزوں کے زخم تھے۔

مجلس نمبر (۳)

فضائل جناب امیرؑ اور شبِ ضربت

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ہ

حضرت رسول خداؐ کے زمانے میں ہر شخص ولائتِ خدا کا زبانی مدعی و دعویدار تھا ہر عام و خاص دعویٰ کرنے کو تیار تھا کہ ہم اولیاء اللہ ہیں۔ کیونکہ اس مجمع میں وہ لوگ چھپ جاتے ہیں جو حقیقت میں خدا کے ولی نہیں تھے۔ اور صادق اور کاذب کا پتہ نہیں چلتا تھا اسلئے قدرت نے مختلف مقاموں پر کچھ علامتیں ولی کی بتادیں کہ جس میں وہ علامتیں پائی جائیں وہی اولیاء اللہ ہیں۔ اسکے علاوہ خدا کا ولی کوئی نہیں ہوسکتا اسلئے سب سے پہلے ارشاد ہوتا ہے: انما ذالکم الشیطان یخوّف اولیائہ فلا تخافوھم (شیطان اپنے اولیاء کے دل میں خوف پیدا کر دیتا ہے) مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ اولیائے شیطان ہے۔ معلوم ہوا کہ خوف دلیل ہے کہ یہ شخص اولیائے خدا سے نہیں ہے۔ چاہے سانپ بچھو سے ڈرے چاہے میدان جنگ سے ڈرے آسان نہیں ہے کہ اولیائے خدا میں شامل ہو جانا لیکن اولیاءِ خدا کی یہ شان ہے کہ گہوارے میں سانپ کے دو حصے کر دے ؛ممکن تھا کہ اس علامت سے اولیاء اللہ نہ سمجھے جا سکیں۔ اسلئے دوسرے مقام پر واضع کر دیا ما کانو اولیاء اللہ اولیا نہ متقون (یہ لوگ خدا کے اولیاء نہیں ہیں اسکے اولیاء تو صرف اہل تقویٰ ہیں) اب تلاش کیجئے کہ متقی کون ہیں؟ جو متقی ہوگا وہی اولیاء خدا ہے امام فخر الدین راضی نے جلدِ اول تفسیر کبیر میں متقی کے معنٰی لکھے ہیں کہ جو سوائے نیک کام کے برا کام نہ کرے۔ جسکی دوسری تفسیر عصمت ہوئی معلوم ہوا کہ جو صاحب

تقویٰ ہوگا یعنی معصوم وہی متقی ہوگا تو اہل تقویٰ اولیاء اللہ اور سیدہ الاولیاء وہ ہوگا جو امام المتقین ہو۔

جو خدا کے سچے ولی ہیں انکی قرآن میں کئی جگہ علامتیں بتائی ہیں۔ مجلس طول ہو جانے کی وجہ سے جو سچے ولی اللہ ہیں اسکے متعلق عرض کرتا ہوں۔ لفظ ولی کا مصداق حقیقت میں خوف خدا ہے اگر بلا اجازت خدا ہم کسی کو ولی کہہ دیں گے تو غصب لقب لازم آئے گا اور شرک۔ مگر جس کو خود خلاق عالم نے ولی کہا ہے اس کو آپ بھی ولی کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ و ھم راکعون (بس ولی تمہارا خدا ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ کے نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں)

آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی ہے کہ جب آپؑ نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی عنایت فرمائی۔ اس کے متعلق ایک نئی بات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ انگوٹھی حضرت سلیمانؑ پیغمبر کی تھی۔ تاریخ انبیاء کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے ماتحت انسانوں کے علاوہ جانور، چرند پرند بھی تھے اور سب آپکے مطیع و فرمانبردار تھے اور یہ ملک کبیر کا ایک سبب یہ انگوٹھی تھی۔ جو سلیمان نبیؑ کے دست مبارک میں تھی۔ لیکن آپؑ کے انتقال کے بعد وہ انگوٹھی کہاں گئی وہ آپ شاید جانتے نہ ہوں گے۔ بڑی تلاش کے بعد پتہ چلا کہ اہل سنت والجماعت کے امام نے تحریر فرمایا ہے کہ: یہ انگوٹھی سلیمان نبیؑ کے بعد خداوند عالم نے اپنی خاص حفاظت میں رکھی اور جب سردار دو عالمؐ ہجرت فرما کر مکّہ معظّمہ سے مدینے تشریف لائے تو خداوند عالم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انگوٹھی پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا دو اور حضرتؐ کو پیغام بھیجا کہ یہ انگشتری اپنے وصی علی ابن ابی طالبؑ کو عطا فرما دیں۔

تشریف لائے۔نماز ادا فرمانے لگے تو ایک سائل نے سوال کیا' بروایتِ دیگر تین بار سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہ دیا۔(چوتھی بار ادھر سائل نے خدا سے عرض کی کہ اے خدا میں نے رسولؐ کی مسجد میں تین بار سوال کیا مگر کسی نے کچھ نہ دیا اِدھر سائل نے اللہ سے دعا کی اِدھر یداللہ نے سائل کو انگشتری عطا فرمائی۔آپؑ اس وقت حالت رکوع میں تھے۔امام موصوف کی تحریر سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علیؑ نے سائل کو وہی انگشتری عطا فرمائی جو سلیمانؑ نبی کے دست مبارک میں تھی۔اور جس کے اثر سے وہ عظیم ملک کے حاکم تھے۔آپؑ کے اس عطیہ کے فضل وشرف کا اظہار خدا کی طرف سے اس طرح ہوا کہ جبرائیل امینؑ آیت ولائت لیکر نازل ہوئے یا بقول امام غزالی آیت تطہیر نازل ہوئی۔

بہر حال اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ انگشتری جناب سلیمان نبیؑ والی تھی جس کی قیمت حضرت سلیمان پیغمبرؑ کا ملک کبیر تھی۔وہ جناب امیرؑ نے سائل کو حالت رکوع میں عطا کی۔جب ایسی سخاوت جناب امیرؑ نے کی اس وقت خداوند عالم نے ولی کا لقب عطا کیا مگر افسوس آج دنیا میں بہت سے جھوٹے ولی اور امام بنکر لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ایسے ہی ایک ولی کا واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔

لکھا ہے کہ ایک شخص اپنے کو پیر اور پیر کا ولی کہلاتا تھا۔اس کے مرید بھی کثرت سے تھے۔ایک دفعہ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے پیر صاحب نماز کی حالت میں ہوہو کرنے لگے۔ختم نماز کے بعد والی صاحب کے مریدوں نے پوچھا کہ: آپ نماز میں ہوہو کیوں کررہے تھے؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ خانہ کعبہ میں ایک کتا داخل ہوا تھا میں اس کو نکال رہا تھا۔یہ سن کر عقل کے اندھے مریدوں نے بغیر سوچے سمجھے پیر صاحب کی تعریف شروع کر دی جیسا کہ آجکل جھوٹے پیر اور امام کی جاہل لوگ تعریف کرتے ہیں۔اس بات کی اس قدر شہرت ہوگئی کہ ایک مرید نے اپنی زوجہ

سے تمام قصہ بیان کیا۔ یہ سنکراس کی بیوی نے کہا کہ ایسے پیر کو چند حضرات کے ساتھ دعوت دینی چاہیئے اس وقت میں اس کی مرید ہونا چاہتی ہوں۔

اس شخص نے کئی اشخاص کے ساتھ پیر صاحب کو دعوت دی۔ بڑے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ پیر صاحب تشریف لائے دسترخوان آراستہ کیا۔ اس عورت نے اپنے خادم کو حکم دیا تھا کہ ہر ایک شخص کے سامنے طشتری کے اندر پہلے چاول رکھنا اس کے اوپر ایک ایک مرغ رکھنا۔ مگر پیر صاحب کی طشتری میں پوشیدہ طور پر پہلے مرغ رکھنا اوراس کے اوپر چاول رکھنا۔ خادم نے حسب الارشاد سب کام انجام دیا۔ اور ہر ایک کے سامنے ایک ایک طشتری رکھی۔ پیر صاحب نے سوچا کہ ہر ایک کی طشتری میں مرغ ہے مگر میری طشتری میں کیوں صرف چاول نظر آتے ہیں۔ اس سے نہ رہا گیا مرغ کی محبت میں چلا اُٹھا کہ: میرے سامنے کیوں صرف چاول کی طشتری رکھی ہے؟ اس وقت عورت نے پس پردہ سے آواز دی کہ! پیر صاحب ہزاروں میل دور یہاں سے خانہ کعبہ ہے۔ وہاں کتا داخل ہو جائے تو آپ کو حالت نماز میں علم ہو جاتا ہے لیکن افسوس کہ آپ کے سامنے طشتری کے نیچے مرغ رکھا ہوا ہے پھر بھی آپ کو معلوم نہ ہوا۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ میرا امتحان تھا۔ پیر کے ماننے والے سمجھ گئے کہ یہ پیر ولی نہیں ہے بلکہ مکار ہے۔ دوستو! ولی بننا آسان نہیں ہے بہت ہی مشکل ہے افسوس ہزار افسوس کہ جو سچے خدا کے ولی تھے جن کی تعریف خلاقِ دو عالم نے کلام مجید میں کئی جگہ کی ہے ان کو چھوڑ کر جاہل اور نا اہل لوگوں کو اپنا ولی اور حاکم قرار دیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ سچے ولی کو خدا کے گھر میں حالت نماز میں شہید کرایا۔ اسی ولی کو ماہ رمضان کی انیسویں کو ایسی زہر آلود تلوار کی ضربت لگوائی کہ اسکا اثر سارے جسم میں پھیل گیا۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر مولاؑ کی مصیبت کا حال سنو۔

اس ولی کی چھوٹی بیٹی ام کلثوم فرماتی ہے کہ میں نے ۱۹ رمضان کو افطار کیلئے دو جو کی روٹیاں تیار کیں ایک دودھ کا پیالہ اور تھوڑا سا نمک اور پانی رکھا ان اشیاء کو دیکھ کر بابا نے فرمایا: بیٹی کیا تو یہ چاہتی ہے کہ یوم حساب تمہارے باپ کو خدا کے سامنے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا پڑے۔ اے بیٹا حلال میں حساب ہے اور حرام میں عتاب ہے۔ اے بیٹا میں رسولؐ کا پیروہوں آنحضرتؐ نے کبھی ایک خوان میں دو قسم کی نعمتیں پسند نہیں کیں۔ جناب اُم کلثوم فرماتی ہیں کہ: میں نے نمک اُٹھانا چاہا مگر بابا نے کہا بیٹی دودھ کا پیالہ اُٹھالو۔ تعمیل حکم میں میں نے دودھ کا پیالہ اُٹھالیا۔ حضرتؑ نے فقط نمک کے ساتھ روٹی نوش فرمائی۔ پھر کھانے سے فارغ ہوکر اُٹھے اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ کبھی سجدے کو طول دیتے تھے کبھی رکوع کو۔ مگر خوف خدا سے اضطراب کی یہ حالت تھی بار بار حجرے سے باہر آتے تھے اور آسمان پر نظر کرتے تھے پھر مصلے پر جا کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ شہزادی نے یہ حالت دیکھی تو عرض کی بابا آج یہ کیا ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپکو کسی طرح چین نہیں آتا۔

آپؑ نے فرمایا! بیٹی تیرے باپ نے بڑے بڑے ہولناک مقامات میں اپنے کو ڈالا۔ بڑے بڑے پہلوانوں سے مقابلہ کیا مگر خوف نہیں ہوا مگر بیٹی آج کی رات کچھ ایسی ہے کہ دل بیقرار ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ہ

بابا کی یہ باتیں سنکر اُم کلثوم رونے لگی، پھر بابا نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہا تو آپؑ نے تازہ وضو کیا اور لباس پہنا، کمر باندھی اور صحن خانہ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ گھر میں کچھ بطخیں پلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جب امامؑ کو دیکھا تو گرد جمع ہو گئیں اور شور کرنے لگیں۔ بار بار اپنی منقار اور چونچ سے امامؑ کا دامن پکڑ کر کھینچتی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے دیکھ رہی تھی۔ بابا نے جانوروں کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: یہ خلاف معمول بدفالی کی آوازیں ہیں اسکے بعد گھر سے نوحہ و بکا کی

آوازیں بلند ہونگی۔

جناب اُم کلثومؑ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی آپؑ ایسے کلمات' فال بد کیوں منہ سے نکالتے ہیں؟ فرمایا بیٹی کلثوم! ہم اہلبیتؑ فال بد نہیں کہتے بلکہ ہماری زبان سے وہی نکلتا ہے جو واقعہ ہونے والا ہوتا ہے۔ مگر بیٹی میں تم کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ ان بطخوں کا خیال رکھنا اور آب و دانا دینا اگر نہ ہو سکے تو انکو آزاد کر دینا۔ یہ بے زبان تمہارے قیدی ہیں عزادارو! مولاؑ کی شفقت جانوروں کے ساتھ یہ تھی کہ پیاری بیٹی سے وصیت کرتے ہیں کہ بیٹی یہ تمہارے قیدی ہیں انکے آب و دانے کا خیال رکھنا۔ ہائے کیا انقلاب زمانہ ہے کہ اس شفیق مولاؑ کی اولاد روز عاشورہ پیاس سے فریاد کرتی تھی مگر پانی کوئی نہ دیتا تھا۔

بیٹی سے جانوروں کی سفارش کر کے امامؑ دروازے تک پہنچے باہر نکلنا چاہا تو دروازے کی زنجیر دامن میں الجھی گویا در و دیوار مولاؑ سے لپٹ کر روکتے تھے کہ مولاؑ! کہاں جاتے ہو؟ دشمن گھات میں ہے اور امامؑ نے پھر کمر مضبوط باندھی اور کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا:

اے علی کمر ہمت مضبوط باندھ لے'

جب موت آنی ہے تو ڈرنا کیسا؟

پھر آپؑ مسجد کی طرف چلے گھر میں جنابِ اُم کلثومؑ بے چین تھیں۔ باپ کے جانے کے بعد بڑے بھائی کے پاس آئیں اور کہا بھائی! کیا سو رہے ہو؟ آج کی رات بابا بار بار اپنی موت کی خبر دے رہے تھے اور ابھی مسجد کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ امام حسنؑ یہ سن کر اُٹھے اور راستے میں ہی بابا سے ملاقات کی اور عرض کی: بابا اس رات کے اندھیرے میں آپ اکیلے کہاں جاتے ہیں؟ بابا ابھی تو رات بہت باقی ہے آپؑ نے فرمایا: بیٹا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جب سے دل کو قرار نہیں آتا۔ میں نے دیکھا

ہے کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور جبرائیلؑ ابوقیس کے پہاڑ پر نازل ہوئے ہیں اور دو پتھر اٹھا کر وہاں سے خانہ کعبہ میں لائے اور خانہ کعبہ کی چھت پر انکو رکھا۔ پھر ایک کو دوسرے کے ساتھ ٹکرایا کہ وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ کوئی گھر مکہ مدینے میں ایسا نہیں کہ اس پتھر کی خاک اُس گھر میں نہ پہنچی ہو۔ امام حسنؑ نے عرض کی بابا اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ بیٹا یہ خواب سچ ہے تو تیرا باپ ضرور قتل ہوگا اور مکے مدینے کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جہاں اس غم کا اثر نہ پہنچے۔ یہ سن کر امام حسنؑ رونے لگے امامؑ نے فرمایا: بیٹا حسنؑ اب تم واپس جاؤ۔ آپؑ نے عرض کی بابا جان میں تو آپ کو تنہا نہ جانے دوں گا۔ فرمایا: بیٹا تم کو میرے حق کی قسم تم گھر چلے جاؤ۔ امام حسنؑ حکمِ امامؑ سے مجبور ہو کر گھر آئے۔

جناب امیرؑ مسجد میں تشریف لائے۔ سونے والوں کو جگایا قاتل کو ہوشیار کیا گلدستہ اذان پر جا کر آخری اذان دیکر اہل کوفہ کو رخصت کیا اور قاتل کے پاس آکر کہا اٹھ اور نماز ادا کر اس ملعون نے اُٹھنے جیسی حرکت کی۔ آپؑ نے کہا اے شقی! علیؑ خوب جانتا ہے کہ تو اپنے دامن میں کیا چھپائے ہوئے ہے۔

ماتم دارو قاتل کو بیدار کر کے مولاؑ نے نماز شروع کی۔ ابنِ ملجم نے جب مولاؑ کو نماز کی حالت میں دیکھا تلوار سنبھال کر اُٹھا اور ستون کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابھی پہلی رکعت کے پہلے سجدے سے سر اُٹھایا ہی تھا کہ قاتل کی تلوار نمازی پر چل گئی۔ اور ایسی کارگر ہوئی کہ نمازی کا سر شگافتہ ہو گیا۔ خون کا فوارہ بہنے لگا۔ صحن عالم میں طلاطم بر پا ہوا مسجد کے دروازے ٹکرانے لگے۔ آسمان میں تہلکہ مچ گیا۔ جبرائیلؑ نے مولاؑ کی سنائی سنائی **لتھمد واللہ ارکان الھدی قتل ابن عم محمد المصطفی** ۔خدا کی قسم ارکانِ ھدائت گر گئے رسولؐ کا بھائی قتل ہو گیا۔

جنابِ اُم کلثومؑ کے کان میں جب یہ صدا پہنچی تو بیتاب ہو کر بھائی کے پاس آئیں اور

جنابِ اُم کلثومؑ کے کان میں جب یہ صدا پہنچی تو بیتاب ہو کر بھائی کے پاس آئیں اور کہنے لگی: کہ بھیا خبر لیجئے میں نے ابھی ابھی کسی کی آواز سنی ہے کہ ارکانِ ھدائت گر گئے مصطفیٰؐ کے چچازاد کو قتل کر دیا گیا۔

علیؑ کے سوگوارو! آج جبرائیلؑ اپنے اُستاد کے قتل کی خبر سنانے کیلئے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی۔ یہ آواز سن کر اہل کوفہ مولاؑ کی آخری زیارت کیلئے اور رسولؐ کے سینے پر کھیلنے والے بچوں کو صبر و تسلی دینے کیلئے اپنے گھروں سے سروپا برہنہ نکل پڑے مگر اے عزادارو جب جبرائیلؑ نے اپنے اُستادؑ کے پیارے حسینؑ کی سنائی سنائی الا قتل الحسین بارض کربلا و الا ذبح الحسین بکربلا اس وقت کیا ہوا کیا کوئی حسینؑ کے بیمار شہزادے کو تسلی دینے آیا؟ کیا کوئی زینبؑ و اُم کلثومؑ کو پرسہ دینے آیا؟ کیا کوئی سکینہ کو پیار کرنے سر پر ہاتھ رکھنے کیلئے آیا۔ اے عزادارو دلاسہ کیسا پُرسہ کیسا پیار کیسا؟ لوگ آئے خیموں میں آگ لگائے اسباب لوٹنے سید سجادؑ کو طوق خاردار اور زنجیر پہنانے کیلئے آئے۔ سیدانیوں کے سر سے ردائیں چھینے اور وہ بھی نیزوں کی نوکوں سے تاکہ سروں کو زخمی بھی کریں۔ سکینہ اور دیگر بچوں کے طمانچے مارے اور بچوں کے گوہر چھیننے کے لئے آئے خیام اہلبیت میں آگ لگانے آئے تاکہ بے مقنع و چادر سیدانیاں باہر آنے پر مجبور ہوں۔

مجلس (٤)

جناب امیر علیہ السلام کی ولادت اور شہادت

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین ہ

(سب سے پہلا گھر جو مکے میں لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مبارک اور تمام عالموں کے لئے باعث ہدایت ہے)

حضرات! خانۂ کعبہ وہ مقدس گھر ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ جیسے برگزیدہ نبیؑ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا۔ جناب اسماعیلؑ اور حضرت جبرائیلؑ پتھر لائے تھے اور جناب خلیل اللہؑ عمارت بناتے تھے۔ اسکی برکت کا کیا ٹھکانہ! قیامت تک کیلئے عبادت گزاروں کا قبلہ بن گیا۔ اس خانۂ کعبہ کو بیت اللہ یا اللہ کا گھر بھی کہتے ہیں۔ حضرات! غور کے قابل بات یہ ہے کہ اللہ کی ذات کیونکہ جسم و جسمانیات سے مبرّا و منزہ ہے اسلئے اس کو کسی مکان کی ضرورت نہیں۔ گھر تو ہم بندوں کیلئے درکار ہے، نہ کہ مالک کائنات کے لئے وہ تو اپنی قدرت کاملہ سے ہر جگہ موجود ہے۔ پھر اس نے اپنا یہ گھر کس لئے بنوایا؟ مذکورہ بالا آیت بتا رہی ہے کہ اللہ نے اپنے خلیق سے یہ گھر کچھ خاص لوگوں کے لئے بنوایا تھا۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اس مبارک گھر کو تعمیر کیا تھا لہٰذا اسکے مالک بطور میراث انہی کی اولاد ہونی چاہیئے۔ خدا کی ذات منصب و عادل ہے وہ کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا جناب امیرؑ کا کعبہ میں پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے اس بیت کا انکو اہل سمجھا جب ہی تو وہ اہلبیتؑ یعنی بیت اللہ کے مالک کہلائے۔ کسی نے جناب امیرؑ کی شان میں کیا خوب کہا ہے:

مطلب از انشاء کعبہ خاص میلادِ تو بود
ورنہ ذاتِ لامکاں را کئے مکاں باشد روا

حضرات! خانۂ کعبہ میں پیدا ہونا معمولی فضیلت نہیں۔ یہ مرتبہ انبیاء کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ کتب تواریخ میں ہے کہ جب حضرت مریمؑ کو دردزہ ہوا تو انہوں نے چاہا کہ انکا بچہ بیت المقدس کے اندر ہو چنانچہ وہ اس خیال سے وہاں پہنچیں ناگاہ ھاتف غیب کی ایک آواز کان میں آئی اے مریم! یہ عبادت خانہ ہے زچہ خانہ نہیں۔ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ وہ معظّمہ وہاں سے نکل گئیں۔ امام جعفر صادقؑ سے روائت ہے کہ عباس بن عبدالمطلب، یزید بن کعب اور بعض بنی ہاشم اور بنی عُزا بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ جنابِ فاطمہؑ بنت اسد آئیں اور سات مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف اور ایک طرف کھڑی ہو کر اپنے شکم مبارک کو دیوار سے مس کیا اور دُعا کی کہ: اے خداوندا! میں ایمان لائی ہوں تمام پیغمبروں پر جنکو تو نے مبعوث کیا اور تمام کتابوں پر ایمان لائی ہوں جن کو تو نے نازل فرمایا۔ خداوندا تصدیق کرتی ہوں اپنے جد ابراہیمؑ کی جنہوں نے اس کعبے کو بنایا۔ مجھ پر اس بچے کی ولادت کو آسان فرما۔ الٰہی مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ تیری نشانی ہے اور تیرے عظمت وجلال کی علامت ونشانی ہے۔

عباس عم رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ فاطمہؑ بنتِ اسد ابھی دُعا کر رہی تھیں کہ یکا یک دیوار شگافتہ ہوئی یا یوں کہوں کہ دیوار در بن گئی یا دیوار کعبہ اپنے مہمان کو دیکھ کر مسکرائی اور جناب فاطمہؑ اس نئے دروازے سے داخل کعبہ ہوئیں۔ حضرات یہ بھی ایک طبیعت انسانی سے ہٹی ہوئی بات تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ پھٹتی ہوئی دیوار کو دیکھ کر فاطمہؑ خوف سے پیچھے ہٹ جاتیں۔ مگر کیوں نہ ہٹیں؟ دنیا میں قائدہ ہے کہ جہاں خوف کی جگہ ہو وہاں ساتھ قرآن لے جاتے ہیں۔ مگر فاطمہؑ کیوں ڈرتیں انکے ساتھ تو

قرآن ناطق تھا۔ یہ اس فرزند کی ماں تھیں جو غیر فرار تھا۔

جنابِ عباس کہتے ہیں کہ فاطمہؑ کے داخل ہونے کے بعد پھر دیوار کعبہ ویسی ہی مل گئی جیسی پہلے تھی۔ ہر چند قفل کھولنے کی کوشش کی گئی مگر نہ کنجی نے کام دیا نہ کوئی ہتھیار کام آیا جس سے زنجیر کاٹ کر خانۂ الٰہی کا بھید معلوم کرتے۔ آخر تھک کر یقین کرلیا کہ اس میں راز قدرت ہے۔

آج جن لوگوں کو جنابِ ابو طالبؑ اور جناب فاطمہؑ بنت اسد کے ایمان میں شک ہے انکو چاہیئے کہ جنابِ فاطمہؑ کی مناجات پر غور کریں کہ آپؑ خدا کے گھر میں خدا کو حاضر ناظر جان کر پہلے انبیاء اور آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہیں ملت ابراہیمؑ پر عقیدت کا اظہار کرتی ہیں۔

اس مناجات کو دیکھنے کے بعد تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ایسی مناجات کل ایمان کے ماں باپ ہی کر سکتے ہیں۔

جنابِ عباسؓ کہتے ہیں کہ تیسرے روز جناب فاطمہؑ بنتِ اسد گود میں بچے کو لے کر باہر آئیں فاطمہؑ کی آمد و رفت کی شان دیکھئے جب کعبے میں داخل ہوئی تھیں تو اسد کی بیٹی تھیں جب واپس آئیں تو اس کی ماں بن کر اسد کو گود میں لئے ہوئے برآمد ہوئیں۔ بچے کے نور سے خانۂ کعبہ کی دیواریں روشن ہوگئیں۔ لوگ حیرت میں تھے۔ فاطمہؑ بنت اسد نے کہا ایھا الناس خداوند عالم نے مجھ کو وہ فضیلت عطا فرمائیں جو کسی عورت کو عطا نہیں ہوئی۔

جنابِ فاطمہؑ فرزند کو آغوش میں لئے ہوئے کعبہ سے باہر تشریف لائیں ادھر اسی وقت پیغمبر اسلامؐ آغوش محبت پھیلائے ہوئے تشریف لائے۔ بلکہ کہوں کہ آفتاب رسالت قمر امامت کی تلاش میں آیا۔ (صلوات)

ابھی تک جناب امیرؑ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ عین اللہؑ آنکھ کھول کر بتوں کو

کیسے دیکھتا نبیؐ کی گود میں آ کر لمس رسالت ملا تو حضورؐ کے چہرہ زیبا کی زیارت کی۔ کیونہ النظر الی وجہ محمد عبادہ۔ جنابِ محمد مصطفیٰؐ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔ اِدھر رسولؐ نے بھائی کو آغوش میں لیا اِدھر مشتاقِ دیدار نے آنکھیں کھول دیں۔

جنابِ فاطمہؑ کو وہ عزت حاصل ہوئی جو کسی کو میسّر نہیں کس قدر مبارک آغوش تھی کہ پہلے سے آغوش حبیبِ خداؐ کی تربیت کے لئے منتخب ہوئی اور اب خدا نے اپنا مہمان بلا کر جنت کے ثمرات سے دعوت کی اور اسی گود میں مولودِ خانۂ خدا کو لے کر نکلیں۔ وہ ماہ رجب کی تیرہویں تاریخ تھی۔

صاحب ریاض الشہداء تحریر فرماتے ہیں۔ اس وقت جناب امیرؑ کی شجاعت کی یہ حالت تھی کہ آپؑ کی مادر گرامی نے آپؑ کو حسب دستور ایک کمات میں لپیٹا آپؑ نے اس کو پھاڑ ڈالا پھر دو میں لپیٹا ان کو بھی چاک کر ڈالا پھر تین کماتوں میں لپیٹا اس کا بھی وہی انجام ہوا پھر اسکے بعد مادر گرامی نے آپؑ کو چار کماتوں میں لپیٹا جو پوست آہو سے بنے تھے اور خوب جکڑ کے باندھ دیا۔ آپؑ نے انھیں بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر پانچ ریشمی کماتوں میں لپیٹا مگر عالم طفلی میں خیبر و خندق کی شجاعت دکھانے لگے اور آپؑ نے اسطرح زور کیا کہ سب چاک ہوگئیں۔ آخر میں آپکو چھ کماتوں میں لپیٹا اور اوپر سے ایک چمڑے کی کمات کو بھی باندھ دیا۔ ریشم اور چمڑے کے تسمے سے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ مگر شیر خداؑ نے ایک ایسی انگڑائی لی کہ سب رسیاں ٹوٹ گئیں اور آپؑ بقدرت خدا گویا ہوئے اماں جان! آپؑ میرے ہاتھ نہ باندھیے بلکہ کھلا رہنے دیجئے کہ دُعا کیلئے آسمان کی طرف بلند کر سکوں (صلوات) حقیقت میں جو علیؑ کے غلام ہیں وہ عبادت الٰہی کھلے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔

حضرات ایسے شجاع اور بہادر امامؑ کو شہید کرنے کے لئے کون سامنے آئے؟ علیؑ

کو قتل کرنے کیلئے خوب ہی کوشش لیکن تمام ناکام رہے مگر ہاں دوست دشمن سب ہی کو معلوم تھا کہ علیؑ عبادت خدا میں مشغول ہو جاتے ہیں تب ان کے پیر میں سے تیر بھی نکال لیا جائے تو علیؑ کو معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے ابن ملجم نے نماز کے موقع کو اچھا سمجھا۔ اور جناب امیرؑ کو نماز کی حالت میں شہید کیا۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی امام حسنؑ اور امام حسینؑ یہ سنکر روتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوئے جا کر دیکھا کہ تمام نمازی سر پیٹ رہے ہیں۔ رونے کی آوازوں سے تمام مسجد ہل رہی ہے۔ اور درودیوار سے صدائے شیون بلند ہے۔ مولاؑ مسجد کی خاک اُٹھا اُٹھا کر زخم پر ڈالتے ہیں اور فرماتے ہیں و اللہ فزت برب الکعبتہ امام حسنؑ نے باپ کا سر آغوش میں لے لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جناب امیرؑ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور فرمایا! بیٹا صبر کرو، ابھی تم کو بڑی مصیبتیں اُٹھانا ہیں۔ اتنے میں ابن ملجم گرفتار ہو کر آیا۔ گلے میں خون بھری تلوار لٹکتی تھی ہاتھ پس گردن سے بندھے تھے۔ حذیفہ ساتھ ساتھ تھے مسجد میں شور بلند ہوا کہ مولاؑ کا قاتل گرفتار ہو گیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: تو ہی میرے باپ کا قاتل ہے؟ کیا میرے باپ تجھ پر مہربانی نہیں کرتے تھے، کبھی تیری خواہش کو رد کیا تھا؟ یہ سن کر وہ شقی رونے لگا۔ حضرتؑ نے غش سے آنکھیں کھول دیں۔ امام حسنؑ نے رخسار پر منہ رکھ لیا۔ عرض کی بابا آپؑ کا قاتل حاضر ہے حضرتؑ نے حسرت کی نظر سے اسکی طرف دیکھا اور کہا! اے عبدالرحمان تو نے برا کام کیا۔ کیا میں تیرا برا امام تھا؟ کیا میں تجھ پر مہربان نہ تھا؟ کیا تجھ پر احسانات نہیں کئے؟ لوگ یہ سن کر رونے لگے ابن ملجم کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگے۔ رُو کر کہنے لگا یا امیرالمومنین جس کو جہنم اپنی طرف کھینچے اس کو کون بچا سکتا ہے؟

جناب امیرلمومنینؑ کو رحم آ گیا۔ فرماتے ہیں: اے حسنؑ! اپنے مجرم پر رحم کرو۔

اس کا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ اس کی آنکھیں کاسئہ سر میں در آئی ہیں۔ اے بیٹا اگر میں زندہ رہا تو جانتا ہوں کہ کیا ابن ملجم کے ساتھ عوض کروں گا۔ لیکن اگر میں مر جاؤں تو تم بھی اس کو ایک ہی ضربت لگانا۔ اور دیکھو اس کے ہاتھ پیر قطع نہ کرنا' تمہارے ناناؐ فرماتے تھے کہ: انسان کیا جانور کے بھی اعضاء قطع نہ کئے جائیں۔ مگر کوفے والوں نے انہی کے بیٹے حسینؑ ابن علیؑ سے کچھ ایسا سلوک کیا کہ امام زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: السلام علی اعضاء المقطعات ''سلام ہو اس پر جس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے۔''

عزادارو! آج رونے کا دن ہے حسنینؑ رو رہے ہیں کیونکہ ان کے والدِ بزرگوار آج ہمیشہ کیلئے رخصت ہو رہے ہیں۔ آج شیعوں کی آنکھیں گریاں ہیں کیونکہ ان کے امامؑ کو دشمنوں نے ظلم سے شہید کیا ہے۔ آج فقراء و مساکین کوفہ کا پالنے والا جا رہا ہے۔ وہ سر پٹک پٹک کر کیوں نہ روئیں کہ انکا شفیق پالنے والا جا رہا ہے۔ بیواؤں اور یتیموں کو سہارا دینے والا جہاں سے اُٹھ رہا ہے۔ آج قبر میں پیغمبرؐ بھی تڑپ رہے ہیں کہ اسلام کی ہمیشہ نصرت کرنے والا اہل ایمان کا سہارا زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے شہید کر دیا گیا۔ آج قبر میں سیدہؑ بھی بیقرار ہونگی کہ میرے بعد بچوں پر شفقتیں کرنے والا اُٹھ رہا ہے اب یہ اُمت ان پر اور زیادہ مظالم کرے گی۔ میں نے جن بچوں کو چکی پیس پیس کر پالا تھا اب ان کی کون دیکھ بھال کرے گا۔ اس کے بعد ایک چادر میں مولاؑ کو لٹا کر گھر کی طرف لے چلے۔ بیٹیاں زخمی باپ کو دیکھنے کیلئے بے چین ہیں۔ مسجد سے گھر کی طرف مولاؑ کا جنازہ جا رہا ہے۔ لوگ سر و پا برہنہ روتے ہوئے ساتھ ہیں واعلیاہ کا شور بلند ہے۔ جبرائیلؑ نے صدا دی کہ: اے اہل کوفہ کیا بے خبر ہو؟ امیر المومنینؑ قتل ہو گئے۔ جن کو ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی وہ بھی آ گئے۔ ماتم و گریہ کیلئے محبانِ علیؑ کا مجمع گھر کی طرف رواں تھا کہ اچانک امیر المومنینؑ نے فرمایا: بیٹا حسنؑ! میرے

شیعوں سے کہو کہ اب اپنے گھروں کو جائیں۔لوگ کہہ رہے تھے کہ مولاؑ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ ہم کو یہ آخری خدمت کر لینے دیجئے۔مولاؑ نے عجیب جواب دیا۔ بھائیو خانہ فاطمہؑ زہرا قریب ہے۔فاطمہؑ کی بیٹیاں میرے غم میں نوحہ و ماتم کرتی ہونگی۔میں نہیں چاہتا کہ میری زندگی میں زینبؑ واُم کلثومؑ کی آوازیں نامحرموں کے کانوں میں پڑیں۔

تواریخ میں لکھا ہے کہ جب جناب اُم کلثومؑ باپ کے سامنے دودھ کا پیالہ لائیں اور عرض کی کہ کچھ نوش کر لیجئے۔بیٹی کی آواز سے حضرتؑ نے آنکھیں کھولیں اور کچھ دودھ پیا۔مگر عجیب شفقت سے فرمایا:تم نے اپنے قیدی کے واسطے بھی کچھ کھانا بھیجا؟ بیٹی تم کو میری قسم ایسا ہی دودھ ابن ملجم کے واسطے بھیجو۔عزادارو!مولاؑ کیسے سخی تھے آخری وقت بھی اپنے قاتل تک سے سخاوت یہ مولاؑ ہی کا کام تھا زید بن ارقم کی روایت ہے کہ بیسویں ماہ رمضان کا دن آیا جب امامؑ بے تاب ہو گئے۔ایک جراح کو علاج کیلئے لایا گیا اور جناب امیرؑ کے شیعہ آخری زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ پردے میں جناب سیدہؑ کی بیٹیاں باپ کا مایوس چہرہ دیکھ کر رو رہی ہیں۔تمام اولاد آپؑ کے سامنے حاضر ہے۔جراح نے زخم کو دیکھا اور ہاتھوں سے سر پکڑ لیا امام حسنؑ سے کہا کہ اے باپ کی خدمت کرنیوالے یہ تلوار تو زہر آلود معلوم ہوتی ہے۔ذرا ایک گوسفند کی رگ لاؤ تو زہر کا اثر دیکھوں۔آپؑ گوسفند کی رگ منگوادی اس نے دھوکر زخم میں رکھکر سر ڈھانک دیا۔تھوڑی دیر بعد جب سر کو کھولا تو وہ رگ خود سبز ہو گئی تھی۔ یہ دیکھ کر اس نے سر سے عمامہ پھینک دیا اور کہا کہ اے نور کبریا آپؑ پر سے یہ رات گزرنا مشکل ہے وصیت کرنا ہو وہ کر لیجئے۔

جراح کے ان کلمات سے سب پر مایوسی چھا گئی۔مولاؑ نے اپنے تمام اصحاب کو نصیحت کر کے رخصت کیا۔اور آپؑ کی ازواج اور اولاد آپؑ کے گرد جمع ہو گئے۔مولاؑ

سب کو تسلی دیتے اور فرماتے تھے کہ: اللہ تمہارا نگہبان جب اکیسویں کی رات آئی تو آپؑ نے امام حسنؑ سے کہا دیکھو بیٹا جدائی کا وقت قریب ہے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے قاتل کو ایک ہی ضرب لگانا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا۔ تم سب خدا کے حوالے ہو۔ یہ اہلبیتؑ ہیں ان کی خبر رکھنا۔ بیٹا بہنوں کو دلاسہ دینا یہ تمہارا بھائی محمد حنیفہ ہے اس کا خیال رکھنا تم جانتے ہو یہ مجھ کو بہت پیارا ہے۔ اور اے محمد! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ یہ دونوں بھائی حسنؑ و حسینؑ تمہارے رسولؐ کے نواسے اور دختر پیغمبرؐ کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ تم ان کی پیروی اور اطاعت کرنا کہ یہ دونوں امام ہیں۔ پھر فرمایا: میرے بعد تم دونوں پر مصیبتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ پس تم کو لازم ہے صبر کرنا۔ رضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ مولاؑ کی وصیتیں سن کر اہلبیتؑ میں کہرام مچ گیا۔

وصیتیں کرتے کرتے آپؑ نے اپنے ننھے پوتے جناب زین العابدینؑ کو جن کی عمر دو سال تھی اپنے پاس بلا کر سینے سے لپٹایا اور پیار کرنے لگے کبھی منہ چومتے کبھی ہاتھوں اور گلے کے بوسے لیتے کبھی زبان چسا کر قوت پہنچاتے تھے اور کچھ یاد کر کے روتے تھے گویا مولاؑ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ اسی گلے میں خاردار طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ اتنے میں جناب زینبؑ نے نزدیک آ کر کہا بابا اُم ایمن کی حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ یہ سن کر آپؑ رونے لگے اور فرمایا: بیٹی زینبؑ حدیث سچی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اسی شہر کوفہ میں تو اس طرح پھرائی جاتی ہے کہ سر کھلا ہوا ہے اور تیرے بھائی کا سر نوکِ نیزہ پر تیرے آگے آگے ہے۔

مولاؑ وصیت کر کے خاموش ہو گئے۔ تمام اہلبیتؑ مایوس ہو گئے۔ جناب ام کلثومؑ نے آواز دی: آپؑ چپ کیوں ہو گئے؟ بیٹی کی آواز سن کر آپؑ نے آنکھیں کھولیں مگر اس مرتبہ اس حسرت سے بیٹی کی طرف دیکھا کہ بیٹی دل تھام کر رہ گئی۔ آپؑ نے فرمایا

اے میرے پیارو! تم سب کو خدا کے سپرد کیا' وہ تمہاری مدد کرے گا' رونے والو! یہ کہتے ہوئے مولاؑ نے پاؤں پھیلا دیے اور منہ قبلہ کی طرف کر لیا اور کہا!

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده ورسوله

کلمات تمام ہوتے ہی روح مبارک پرواز کر گئی۔ شہزادوں نے سر پیٹ لیا یا ابتاہ کا شور بلند ہوا۔ زینبؑ و ام کلثومؑ نے ایک نعرہ بلند کیا کہ بابا پردیس میں یتیم کر کے چلے گئے بابا ماں بھی سر پر نہیں ۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر پڑیں ۔ تمام کوفہ میں طلاطم برپا ہو گیا۔ کوفہ میں امیر المومنینؑ کا ماتم بپا تھا۔ تمام شہر میں کہرام تھا قتل امیر المومنینؑ قتل امیر المومنینؑ کا ہر طرف شور تھا۔ عزادارو! مولاؑ کے جنازے پر رونے والی بیٹیاں موجود تھیں اور حقیقت میں جسطرح باپ کے جنازے پر بیٹی روتی ہے اس طرح کوئی نہیں روتا۔ پیغمبروں اور بزرگوں نے اپنے جنازے پر رونے کیلئے بیٹی کی تمنا کی ہے جیسا کہ موسیٰ نے دعا کی! بارالٰہی مجھے ایک بیٹی عطا فرما جس سے میرے جنازے کی رونق ہو۔ ابوذرؓ کے جنازے پر ان کی بیٹی روئی اور جی کھول کر روئی۔ مگر کربلا میں کیسے ظالم مسلمان تھے کہ حسینؑ کی بیٹی کو رونے بھی نہ دیا باپ کی لاش پر جب سکینہ رونے آئی تو ایسے مظالم کیے گئے کہ مجھ میں بیان کرنے کی تاب نہیں۔

مجلس نمبر (۵)

امام حسنؑ کے فضائل اور شہادت

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

ام یحسدون الناس علی ما آتھم اللہ من فضلہ

(کیا حسد کرتے ہیں وہ ان لوگوں پر کہ دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے)

اس مبارک آیت میں لوگوں سے مراد کون ہے وہ پہلے سمجھ لینا چاہئے۔ صواعق محرقہ میں بھی تحریر فرمایا ہے: ابوالمغازنی نے امام محمد باقرؑ سے روائت کی ہے کہ اس آیت میں لوگوں سے مراد عام لوگ نہیں ہیں بلکہ مخصوص! ہم اہلبیت پیغمبرؐ ہیں جن پر لوگ رشک اور حسد کرتے ہیں۔ مومنین دنیا میں آج تک زیادہ سے زیادہ حسد محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اسی نبیؐ کے کلمہ گو نے کیا ہے۔ خلاقِ عالم نے محمدؐ اور آل محمدؐ کو بڑی عزت عطا فرمائی۔ لیکن وہ کیسے مسلمان ہیں جو حسد کی آگ میں ہمیشہ جلتے رہتے ہیں؟ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی پیروی کرتے ہیں۔ ایام محرم میں تازیہ اور دُل دُل نکالتے ہیں اسکو وہ بدعت کہتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت میں یہ ان لوگوں کی جہالت ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو اپنے پیشواؤں کی یادگار نہ مناتا ہو۔ آج اس مجلس میں امام حسنؑ کے فضائل و مصائب بیان کرنا مقصود ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کے پیارے نواسے امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ نے جو سلوک کیا وہ مشہور ہے امام حسنؑ کے اوپر وہ بہتان لگائے ہیں جن کا کوئی وجود نہیں۔ محض سلطنت کی دشمنی کی وجہ سے آپؑ پر ظلم کیا گیا۔ اور یہی امامِ حسنؑ کے مطابق شیعہ سنی میں مانی ہوئی حدیث ہے کہ: **الحسن و الحسین سیّدا شباب اھل الجنّہ** (حسنؑ اور حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) جنتیوں کے سردار کو یقیناً گناہوں سے پاک ہونا

پاک ہونا چاہئے۔ پیغمبرؐ کے ماننے والوں کو پیغمبرؐ کی حدیث پر یقین رکھنا چاہئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جس نے اس حدیث کو جھٹلایا اس کا حشر امام حسنؑ کے دشمنوں کے ساتھ یقیناً ہوگا۔

عزادارو! آج کا دن امام حسنؑ کی شہادت کا ہے۔ پنجتنؑ میں سے چوتھے تن کی آج دنیا سے رخصتی ہے۔ ایمانی چادر کے نیچے بیٹھنے والی تین ہستیاں تو اس دنیا سے جا ہی چکی ہیں آج چوتھی ہستی کا وِداع ہے۔ عزادارو! آج سے فاطمہؑ کا چھوٹا بیٹا حسینؑ تنہا رہ جائے گا پہلے نانا جانؐ دنیا سے گئے بعد میں چکی پیس کر پالنے والی ماںؑ بھی باپؐ کے غم میں رو رو کر بچوں کو خدا حافظ کہہ گئی۔ اس کے بعد قیامت یہ آئی کہ باپؑ کے سر پر حالت نماز میں ابن ملجم نے ایسی تلوار ماری کہ وہ نمازی خدا کے گھر میں خدا حافظ ناصر کہتا ہوا چلا گیا۔ لو آج بچپن سے ساتھ دینے والا۔ ساتھ کھیلنے والا بھائی اپنے چھوٹے بھیا کا ساتھ چھوڑ کر جا رہا ہے۔ عید کے روز سبز و سرخ لباس جن کے لئے جنت سے آئے تھے آج ان کو جدا کیا جا رہا ہے۔ حسن مجتبیٰ کے سوگوارو آج وہ سبز لباس کا راز آپکے سامنے ابھی کھل جائے گا کہ امی جان سے سبز پوشاک حسن مجتبیٰ نے کیوں طلب کیا تھا؟

آپکے سامنے اب میں امام حسنؑ کے متعلق ایک تاریخی واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں آپ اسے غور سے سماعت فرمائیں۔ صاحب لوائج الاحزان تحریر فرماتے ہیں کہ: جس زمانے میں امام حسنؑ کا سن سات برس کا تھا اس وقت جو وحی سنا کرتے وہ آکر اپنی والدہؑ کو سنایا کرتے۔ جب حضرت امیرؑ گھر میں تشریف لاتے تو جناب سیدہؑ کی زبانی وحی سنا کرتے تھے۔ اس وقت جناب امیرؑ متعجب ہو کر پوچھا کرتے تھے: اے فاطمہؑ آپ کو کیسے معلوم؟ جناب سیدہؑ کہتی تھیں آپؑ کے فرزند حسنؑ نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ ایک روز جناب امیرؑ گھر میں چھپ رہے جب امام حسنؑ اپنے ناناؐ کے پاس

سے وحی سن کر آئے اور چاہا کہ اپنی والدہ ماجدہؑ سے بیان کریں مگر بیان نہ کر سکے زبان رُک گئی جناب سیدہؑ کو تعجب ہوا۔امام حسنؑ نے کہا کہ اماں آپ تعجب نہ کریں آج کوئی بزرگ چھپ کر مجھے سن رہا ہے۔انکے چھپ کر سننے کا سبب ہے کہ میری زبان رک رہی ہے یہ سن کر جناب امیرؑ باہر نکل آئے اور اپنے فرزند کو بوسہ دیا۔

حضرات امام حسنؑ اپنے والد بزرگ کے سامنے تو چپ ہو گئے۔مگر آپؑ نے معاویہ کے دربار میں جو فصیح و بلیغ تقریر فرمائی اسکا حال آپ کو سناتا ہوں۔

ایک روز لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ: حسن ابن علیؑ سے کہو کہ ممبر پر جا کر خطبہ دیں تا کہ ان کا نقص لوگوں پر ظاہر ہو۔

معاویہ نے آپؑ کو بلوایا اور کہا کہ ممبر پر جا کر وعظ فرمائیں آپؑ ممبر پر تشریف لے گئے اور حمد ثناء باری کے بعد فرمایا: ایھا الناس جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن ابن ابی طالبؑ ہوں، میں سیدہؑ عالم بنتِ رسولؐ کا فرزند ہوں اور خاتم الانبیاءؐ کا نواسہ ہوں، میں صاحب معجزات وفضائل ہوں میں اپنے حق سے محروم کیا گیا ہوں، میں اور میرا بھائی حسینؑ سردارانِ جوانانِ جنت ہیں۔

جب معاویہ نے یہ سنا تو ڈرا کہ کہیں لوگ حضرتؑ کی طرف مائل نہ ہو جائیں اور کہنے لگا کہ اے ابو محمدؑ! آپؑ رطوبہ کی تعریف کیجئے۔اس کلام سے کیا حاصل؟ بہر حال اسی روانی اور جوش میں فرمانے لگے کہ: ہوا رطوب کو بڑھاتی ہے گرمی پکاتی ہے اور سردی پاکیزہ اور لطیف کرتی ہے۔یہ فرما کر پھر اصل مطلب کی طرف آئے اور کہا میں فرزند پیشوائے خلق خدا اور جگر بند مصطفیٰؐ ہوں۔معاویہ آپؑ کا خطبہ سن کر گھبرایا 'اپنے دبدبے اور اقبال کے غرق ہونے کا اندیشہ ہوا' گھبرا کر کہنے لگا' جو کچھ آپؑ نے فرمایا وہ کافی ہے اب آپؑ ممبر سے نیچے تشریف لائیں عزادارو ایسے رحیم' کریم' سخی اور صاحب فضیلت کے ساتھ دنیا والوں نے کیسا سلوک کیا؟ آپؑ کو کسی جگہ چین سے

رہنے نہ دیا۔

ہمارے اس امام کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا۔ مدینے میں جب چین نہ ملا تو موصل میں آتے اور وہاں بھی پناہ نہیں ملتی تو سب کو چھوڑ کر گھر میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ مگر پناہ کیسی؟ کبھی انگور میں زہر دیا جاتا کبھی کھانے میں زہر ملا کر کھلایا جاتا۔ آخر جب زہر کی تکلیف نے بہت ستایا اور طبیعت بے چین ہوگئی اب کیا کریں؟ کس سے کہیں؟ آخر روتے روتے نانا کی قبر پر آئے اور فریاد کرنے لگے۔ اے نانا میں دکھ کا مارا کیا کروں؟ دشمنوں میں گھرا ہوا ہوں صبح شام غم والم میں کٹتے ہیں۔

آپ نانا کی قبر سے گھر میں آئے اور اب مادر قاسمؑ کے مکان میں رہنے لگے۔ امام حسینؑ اور دیگر بھائی آپؑ کی خدمت کرتے۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ زہر آپؑ پر اثر نہیں کرتا تو خاص بادشاہ روم سے زہر منگوایا گیا۔ اور مروان نے بنت عش کے پاس بھیجا کہ کسی طرح سے کھلا دے۔ وہ ملعونہ چھپ کر امامؑ کے حجرے میں داخل ہوئی دیکھا آپؑ سو رہے ہیں اور آپؑ کے سرہانے پانی کا کوزہ رکھا ہے اس ملعونہ نے تمام زہر کوزے میں ڈال دیا اور چلی گئی۔ مولا نیند سے بیدار ہوئے تو پیاس لگی تھی جب کسی کو نہ پایا تو آپؑ نے کوزہ اٹھایا دیکھا کہ مہر برابر ہے اس میں سے تھوڑا سا پانی پیا ابھی گھونٹ کا گلے سے اترنا ہی تھا کہ ایک آہ ماری' ہائے میرا کلیجہ کٹ رہا ہے۔ یہ آواز سن کر جناب زینبؑ دوڑتی ہوئی آئیں اور پوچھا بھیا کیوں بے چین ہو؟ آپؑ نے فرمایا بہن ذرا طشت تو لاؤ۔ آپؑ طشت لے آئیں تو امام حسنؑ قے کرنے لگے حسنؑ مجتبٰی کے سوگوارو! قے کے اندر جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ وہ جگر کے ٹکڑے طشت میں مچھلی کی طرح تڑپ رہے تھے۔ امام حسینؑ خبر سنتے ہی گھر میں آئے دیکھا کہ بھائی کا جگر کٹ کٹ کر طشت میں گر رہا ہے اور بہنیں رو رہی ہیں۔ دیکھتے ہی بھائی سے لپٹ گئے اور کہا کہ بھائی یہ کیا ہوگیا؟ آپؑ نے فرمایا: بھیا حسینؑ!

ابھی میں سو رہا تھا کہ خواب میں نانا، بابا اور ماں تینوں کو دیکھا۔ ماں نے مجھ سے فرمایا: مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے اب عنقریب تم ہمارے پاس آؤ گے! یہ سن کر میں خواب سے بیدار ہوا اور کوزے سے تھوڑا پانی پیا۔ نہ معلوم بھائی کیسا پانی تھا کہ میرے جگر کے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے چاہا کہ دیکھیں کہ پانی کیسا ہے؟ اس خیال سے کوزے کی طرف ہاتھ بڑھایا یہ دیکھنا تھا کہ جناب زینبؑ بے تاب ہو گئیں۔ اور امام حسنؑ کے کوزے کو زمین پر پھینکا۔ ہائے افسوس! نہ معلوم کیسا قاتل زہر تھا کہ زمین بھی پھٹ گئی اور جوش کھانے لگی۔ جب زمین کی یہ حالت ہوئی تو آپ خیال کریں کے کہ فرزند رسولؐ کے جگر کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ بہتر جگر کے ٹکڑے طشت میں پڑے تھے امام حسنؑ کو غش آنے لگا امام حسینؑ بھائی سے لپٹ کر رو رہے تھے امام حسنؑ نے کہا اے بھیا! میری قسمت میں تو ایسا پانی تھا مگر تجھ پر ایسا دن آئے گا کہ عرب کی جلتی زمین ہوگی کربلا کا میدان چھوٹے بچوں کا ساتھ، پانی بند ہوگا پانی کے بدلے تیروں کی بوچھاڑ ہوگی۔ میرا بھائی تین دن کا بھوکا پیاسا خنجر ظلم سے شہید ہوگا۔

حضرات دو دن اسی طرح گذرے بار بار آپؑ کو غش آتا جب ماہ صفر کی اٹھائیس تاریخ آئی تو آپؑ کی حالت بگڑنے لگی۔ بار بار غش آ جاتا۔

امام حسنؑ نے تبرکات امام حسینؑ کے سپرد کئے اور وصیتیں فرمانے لگے۔ بھائی تم ہی مجھے غسل دینا، کفن پہنانا اور اے بھائی دل چاہتا ہے کہ ناناؐ کے پاس دفن ہوں مگر ادھر دشمن ایسا نہ کرنے دیں تو بقیع میں دفن کر دینا۔ اب پنجتنؑ میں صرف تمہارا دم باقی ہے عزادارو! سبطِ رسولؐ کو قرب رسولؐ میں دفن نہ ہونے دیا گیا۔ جنازے پر تیر باری کی گئی۔ تیروں کے جنازے میں پیوست ہونے کے سبب جنازہ دوبارہ گھر واپس آیا۔ ہائے کیا مظلومیٔ امامؑ ہے۔ جنازے سے تیر نکالے گئے اور پھر دوبارہ جنازہ دفن کے لئے بقیع لے جایا گیا۔

امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ زینبؑ و کلثومؑ دونوں بہنیں غمزدہ ہیں ان کو دلاسہ دینا میرا قاسمؑ اب تمہارے حوالے ہے اسے یتیمی کا احساس نہ ہونے دینا۔ وصیتیں کرتے کرتے امامؑ کی سانس رک گئی۔ امام حسینؑ نے سر پیٹ لیا واحسناہ واحسناہ دونوں بہنیں دوڑیں اور بھائی کے جنازے سے لپٹ لپٹ کر بین کرنے لگیں جناب زینبؑ نے بھائی کی آنکھیں بند کیں۔

مگر افسوس زینبؑ کو کربلا میں بھائی کے قریب جانے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ عصر عاشور جب ماں جائے کو گھوڑے پر نہ پایا تو بھائی کی آخری خدمت بجالانے کا ممکن ہے خیال آیا ہو مگر خیمے سے نکل کر دیکھا تو ہر طرف فوجِ اشقیاء کھڑی تھیں کسی طرف سے راستہ نہ پا کر عمر ابن سعد ملعون سے کہا اے پسر سعد! کیا غضب ہے؟ کہ نبیؐ کا نواسہ ذبح ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے۔ عزادارو! بھائی کی شیدا بہن فریاد کر رہی تھی اور شمر ملعون کند خنجر چلا رہا تھا۔ اس وقت جبرائیلؑ کی ندا گونج رہی تھی۔

الا قتل الحسین بہ کربلاوا لا ذبح الحسین بہ کر بلا

مجلس نمبر (٦)

مباھلہ کا بیان اور جناب امام حسینؑ کی جناب رسولِ خداؐ اور فاطمہ زھرا سلام اللہ علیہا کی قبور سے رُخصتی

قال اللہ عز اسمہ فی کتابه المجید و فرقانه الحمید:

فمن حاجّك فيه من بعد ما جاء ك من العلم فقل تعالو ندع ابناء نا و ابناء كم ونساء نا و نساء كم و انفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة اللّٰه على الكذبين ه

پھر جب تمہارے پاس علم (قرآن) آ چکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسٰے کے بارے میں) حجت کرے تو کہو کہ (اچھا میدان میں آؤ) ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی جانوں کو بلائیں تم اپنی جانوں کو اسکے بعد ہم سب ملکر (خدا کی بارگاہ میں) گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

یہ وہ آیت ہے جو حق اور باطل کا فیصلہ کرنے والی ہے اور اہلبیتؑ میں کون شریک ہے اس قصہ کو آج لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے والی ہے۔ اور رسولؐ کے سچے ناصر و مددگار کون ہیں وہ اس آیت سے پتہ چل جائے گا۔ جب خاتم المرسلینؐ نے دعوتِ اسلام اہلِ نجران کو دی تو ان لوگوں کا ایک خاص گروہ مدینے میں آیا اور کہنے لگا کہ: آپ ہمارے صاحب کو کیا کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ کون ہے؟ وہ بولے کہ عیسیٰؑ کیلئے تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: میرا کہنا سچ ہے وہ بولے کہ آپؐ نے عیسیٰؑ کی طرح کسی اور کو دیکھا ہے یا آپ کو اس جیسے کسی اور کی خبر ہے؟ مسیح خدا کے بیٹے ہیں انکا کوئی باپ نہیں اسکے ساتھ والے دوسرے شخص نے کہا

بلکہ وہ خدا تھے کیونکہ وہ مردوں کو جلاتے تھے، غیب کی خبریں دیتے تھے، اندھے اور کوڑی کو اچھا کرتے تھے اور مٹی سے جانور بناتے تھے۔ آپ اس پر بھی ان کو خدا کا بندہ خیال کرتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ وہ خدا کے پاک بندے تھے۔ یہ سن کر وہ غصے ہو گئے اور کہنے لگے کہ: ہم نہیں راضی ہونگے، جب تک آپ نہ کہیں کہ وہ خدا تھے۔ اگر آپ صادق اور سچے ہیں تو ہمیں کوئی ایسا بندہ بتادو جو مردے کو جلا دے، اندھے اور کوڑی کو اچھا کر دے اور مٹی سے جانور بنائے اور ان میں روح پھونک دے تو وہ اُڑ جائیں۔ یہ سن کر پیغمبر اسلامؐ خاموش ہو گئے۔ وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کہ بتحقیق کافر ہوئے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا ہے، بلکہ خدا فرماتا ہے کہ: اس کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کے جیسی ہے۔ یعنی عیسیٰ تو فقط بے باپ کے پیدا ہوئے مگر آدم تو بغیر ماں باپ کے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جو شخص تجھ سے جھگڑے اسکے بعد کہ تجھے علم ہو گیا ہے پس کہہ دے انسے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم بُلائیں اپنی جانوں کو تم اپنی جانوں کو پھر دُعا کریں کہ اللہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ آپؐ نے نصریٰ نجران کو حکم خدا سنایا، انہوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔

آنے والے گروہ نصریٰ نجران میں تین سردار تھے۔ عاقب، سید اور اسکف عاقب نے کہا: اے میری قوم تم ان سے مباہلہ نہ کرنا اور اسکف نے کہا کہ کل دیکھیں گے اگر وہ اپنے اصحاب کو میدانِ مباہلہ میں لیکر آئے تو ہم ضرور مباہلہ کریں گے اور اگر گھر کے لوگوں کو لیکر آئے تو ہم مباہلہ نہ کریں گے۔

جب دوسرا دن ہوا تو پیغمبر اسلامؐ نے سلمانِ محمدؐ کو ایک چادر دی اور فرمایا کہ: میدان میں فلاں جگہ پر اس چادر سے خیمہ بناؤ اور خود سرورِ کائناتؐ جناب حسنینؑ،

جناب سیدہ اور امیر عرب حضرت علیؑ کے ساتھ تشریف لائے، اسکف نے جب ان حضرات کے نورانی چہرے دیکھے تو کہنے لگا کہ اے میری قوم! اس وقت میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دُعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پہاڑ ضرور ہٹ جائے گا۔ تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو۔ نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ (صلوات)

اسکف کی بات سن کر سید اور عاقب آپ کی خدمت میں آئے اور بولے کہ: اے ابوالقاسم! کیا آپ انکے ذریعے سے مباہلہ کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ: ہاں روئے زمین پر میرے بعد مالک کے نزدیک ان سے زیادہ کوئی نہیں ہے، درگاہِ الٰہی میں وسیلے کیلئے ان سے زیادہ کوئی عزت دار نہیں ہے۔ اس وقت دونوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم صلح کے طالب ہیں اسکے بعد صلح کی شرطیں پیش کیں کہ ایک ہزار تلواریں، ایک ہزار زرہیں، ایک ہزار ڈھالیں اور ایک ہزار اشرفیاں ہر سال ادا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے تمہاری شرطیں قبول ہیں لیکن اس خدا کی قسم جس نے مجھے عزت اور کرامت کے ساتھ نبی اور رسول بنایا ہے اگر تم جو اس کملی کے نیچے ہیں میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو مالک تمام میدان کو آگ سے بھر دیتا جو ایک چشم زدن میں تم سب کو جلا دیتی۔ اس وقت جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہؐ! خداوند عالم سلام کے ساتھ یہ فرماتا ہے کہ: جو کساء کے نیچے ہیں اگر ان لوگوں کو ساتھ لیکر تمام اہل آسمان و اہل زمین سے مباہلہ کرتے تو آسمان و زمین کے ٹکڑے ہو جاتے اور کہیں آسمان و زمین کا پتہ نہ ملتا۔ اس وقت حضرتؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا کہ: جو تمہارا حق ظلم و ستم سے لے لے گا اور میرے اس اجر میں کمی کرے گا جو اللہ نے تمہارے بارے میں واجب کر دیا ہے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی (صلوات)

مباہلے میں جانے کی شان یہ تھی کہ آگے آگے خود حضرتؐ داہنی طرف امام حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوئے بائیں طرف امام حسینؑ کو گود میں اُٹھائے اور آپؐ کے پیچھے خاتونِ جنتؑ اور انکے پیچھے علی مرتضیٰؑ یا یوں کہئے کہ داہنے بازو پر جوشن کبیر اور بائیں بازو پر جوشن صغیر اور آنحضرتؐ دونوں تعویذ بازو حق بنائے ہوئے مباہلے کے لئے جارہے تھے اور اسی طرح رسولؐ کے بعد سیدہؑ اور معصومہ کے پیچھے علی ابن ابیطالبؑ تھے یا یوں سمجھئے کہ آگے آگے رسالت تھی پیچھے امامت اور رسالت و امامت کی حفاظت میں عصمت جارہی تھی سب سے بڑی اور اہم بات کہ آیت میں جو ترتیب تھی اسی ترتیب سے ابنائنا، نساء نااور انفسناء جارہے تھے گویا:

نساء و انفس ابناء کی بولتی تفسیر
مباہلے میں رسالت مآب لے کے چلے

پیغمبر اسلامؐ اس وقت اپنے اہلبیتؑ سے کہتے جارہے تھے کہ جب میں بدعا کروں تو تم آمین کہنا۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ حضرت رسولِ خداؐ یہ تعلیم دے رہے تھے کہ مسلمانو تم بھی جب دُعا کرو تو میری طرح اہلبیتؑ کو شامل رکھنا۔

مباہلے میں اصحاب کو کیوں نہ لیا صرف دو بیٹے، ایک عورت اور ایک مرد کو ساتھ لیا اگر چہ آیت میں جمع کے صیغے ہیں جو عربی میں دو سے زیادہ افراد کیلئے آتے ہیں در حقیقت یہ جنگ سچوں اور جھوٹوں کے درمیان تھی اور رسولؐ کی نگاہ میں سچے یہی چار موجود تھے۔ اس اہلیت کے معیار پر اگر کوئی بھی پورا اُترتا تو رسولِ برحقؐ اسکو ضرور لے جاتے۔ یہاں تو وہی جاسکتے تھے جنکی دُعا خلاقِ عالم کی بارگاہ سے کبھی رد نہ ہوئی ہو ان چار ستون کو لے جانے کی ایک مصلحت یہ تھی رسولؐ تمام لوگوں کے دلوں پر ان صداقت مآب ہستیوں کا سکہ جمانا چاہتے تھے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ سیدہؑ کی زبان اس قابل ہے کہ وہ حقیقت میں صدیقہ ہے ایسا نہ ہو کہ وہ کل کوئی دعویٰ کرے تو تم گواہ مانگو

علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ وہ ہستیاں ہیں جو خدا کی وحدانیت کے گواہ بن کر جا رہے ہیں اسلیئے انکی گواہی کو کبھی رَد نہ کرنا۔ (صلوات)

صاحب ریاض الشھدا لکھتے ہیں کہ محبانِ اہلبیت کا یہ شعار ہے کہ جب کوئی بلا آتی ہے تو حفاظت جان و مال کے لئے فرزند فاطمہؑ کی مجلس کرتے ہیں اور ہر مومن کو چاہئے کہ مصیبت کے وقت حضرت امام حسینؑ کی مجلس منعقد کرے انشاء اللہ مصیبت جلد دور ہو جائے گی (صلوات)

عزادار و رسولِ خداؐ امام حسینؑ کو مباہلے میں ساتھ لے گئے اور اس بات کو ثابت کیا کہ میرے حسینؑ کی آمین میں وہ تاثیر ہے کہ جسکو خلاقِ عالم کبھی رد نہیں کرتا مگر افسوس آج اسی حسینؑ کو اشقیا مدینے میں چین سے رہنے نہیں دیتے حاکم مدینہ یزید ملعون نے ولید بن عطبہ کو لکھا کہ حسینؑ سے میری بیعت طلب کر اور اگر انکار کریں تو سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔

بروائت دیگر بھائی پر جان نثار کرنے والی نے جب دیکھا کہ بھائی گھر سے باہر نکل رہا ہے۔ بہن نے پوچھا بھائی کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت امام حسینؑ نے جواب دیا کہ: اے بہن مجھے ولید نے بلایا ہے گھبرانے کی بات نہیں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ پوچھا بھائی کیوں بلایا ہے؟ فرمایا: بہن یزید کا خط آیا ہے معاویہ مر گیا ہے اسی سلسلے میں کچھ گفتگو کرنی ہے۔ عرض کی بھیا تنہا کیوں جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے عباس اور اکبرؑ موجود ہیں ان کو ساتھ لیکر جائیں تا کہ دشمن نظر اُٹھانے کی جرأت نہ کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا: بہن! تم جاؤ اپنے حجرے میں آرام کرو خدا مالک ہے۔ حضرتؑ دولت سرا سے باہر تشریف لے گئے مگر بہن کا دل تھا دوڑ کر عباسؑ کو بلایا کہ: اے بھیا غضب ہو گیا میرا اماں جایا تنہا ولید کے گھر گیا ہے۔ اُٹھو اکبر و قاسم و عون و محمد کو ساتھ لیکر جاؤ قاسم نے نیمچہ سنبھالا عباسؑ نے تلوار اُٹھائی اکبرؑ نے نیزہ لیا اور عون و محمدؑ نے

ہتھیار سجائے اور آقا حسینؑ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔

عزادارانِ حسینؑ! یہ پہلا چھوٹا سا لشکر تھا، جو بہن نے بھائی کی نصرت کیلئے بھیجا تھا۔ جسطرح مباہلے میں پیچھے پیچھے سیدہؑ کی دُعائیں تھیں، آج بھی یہ چھوٹے سے لشکر کے پیچھے ثانیٔ زہراؑ کی دُعائیں تھیں۔ حضرت امام حسینؑ نے پیروں کی آہٹ سنی پلٹ کر دیکھا تو علمدارؑ لشکر کے ساتھ چھوٹا سا لشکر برائے نصرت آرہا تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ: بھیا تم نے کیوں تکلیف کی تم سب لوگ واپس چلے جاؤ۔ عباسؑ بولے آقا شہزادیؑ کا حکم ہے وہ ناراض ہونگی انہوں نے فرمایا ہے: عباس! میرے بھائی کو دشمنوں میں تنہا نہ چھوڑنا، اے عباس! میں اپنے بھائی کو تم سے لوں گی۔ عزادارو دیکھی آپؑ نے بہن سے بھائی کی محبت مولاؑ نے ان لوگوں سے کہا ولید نے مجھے بلایا ہے۔ تم لوگ باہر انتظار کرنا اگر میری آواز بلند ہو تو اندر آنا۔ امامؑ نے اندر جا کر دیکھا کہ ولید کے پاس مروان ملعون بھی بیٹھا ہے۔ پہلے ولید نے معاویہ کے مرنے کی خبر سنائی۔ اسکے بعد یزید کا خط سنایا۔ یزید نے لکھا تھا کہ حسینؑ سے میری بیعت لو اور اگر انکار کریں تو قتل کر کے سر روانہ کرو۔ امامؑ نے جواب دیا رات کا وقت ہے کل دن میں دیکھیں گے ولید نے قبول کیا اور کہا بسم اللہ آپؑ اس وقت تشریف لے جایئے۔ اس وقت مروان ملعون نے کہا کہ: خدا کی قسم اس وقت حسین چلے گئے تو پھر کبھی تیرے ہاتھ نہ آئیں گے اگر بیعت نہیں کرتے تو اسی وقت قتل کر دے۔ امیر عرب نے یہ کلام سنکر للکارا! او ملعون کس کی مجال ہے کہ مجھے قتل کرے؟ آپؑ کی آواز بلند ہوتے ہی عباسؑ ابنِ علیؑ تلوار بلند کیئے ہوئے داخل ہوئے ساتھ میں ہاشمی نوجوان مسلح داخل ہوئے۔ امامؑ نے اپنے شیروں کو روکا ہم کبھی جنگ میں پہل نہیں کرتے۔ یہ فرما کر آپؑ اپنے جوانوں کے حلقے میں واپس گھر آئے۔

گھر پہنچتے ہی بہن نے پوچھا بھائی کیا ٹھہری۔ مولاؑ نے فرمایا: بہن سفر کی تیاری

کرنی ہے۔رات کو ناناؐ کے روضے پر تشریف لے گئے۔ ناناؐ سے رو رو کر فرماتے تھے: ناناؐ دشمنوں کو میرا مدینے میں رہنا بھی گوارہ نہیں۔ ناناؐ! مجھے اپنی قبر میں چھپا لیں۔ ناناؐ نے تسلی دی اور کہا بیٹا حسینؑ وعدہ طفلی کے وفا کرنے کا وقت آ گیا۔ ناناؐ آپکا نواسہ آپکی قبر کی مجاوری سے محروم کیا جا رہا ہے۔ گرمی کا موسم ہے راہ میں پانی کی قلت چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا ساتھ ہے۔ ناناؐ نے فرمایا: بیٹا حسین میں، علی اور دکھیا ماں فاطمہ مزاروں سے نکل رہے ہیں تم جہاں جاؤ گے ہم ساتھ ساتھ رہیں گے۔ نانا جانؐ! اب دنیا رہنے کے قابل نہیں رہی آپؐ کی اُمت نے بابا، ماں اور بھائی حسنؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا یہ آپؐ کے علم میں ہے اب آپؐ کے گھر کی نشانی ایک میں رہ گیا ہوں مگر ظالم مجھے بھی چین سے رہنے نہ دیں گے۔ ناناؐ نے فرمایا: بیٹا صبر کر۔ تیرے مصائب نے تو اوّلین و آخرین کو رُلا دیا ہے۔ حسینؑ ناناؐ کی قبر سے رخصت ہو کر اُٹھے قبر پر حسرت بھر نظر ڈالی اب جنت البقیع میں مادرِ گرامیؑ کی قبر پر پہنچے۔ بلند آواز سے فرمایا: اے تاجدارِ مدینہؐ کی دُختر! اپنے فرزند حسین کا سلام قبول کیجئے۔ اماں دشمن مجھے آپؑ کی قبر پر بھی رہنے نہ دیں گے۔ اماں جس فرزند کو آپؑ نے چکیاں پیس کر پالا تھا جسکی ذرا سی تکلیف سے آپؑ بے چین ہو جاتی تھیں آج وہ اس سخت گرمی کے موسم میں گھر سے بے گھر کیا جا رہا ہے۔ اماں اپنے پیارے بیٹے کو رُخصت کیجئے۔ اماں دونوں بہنیں اور دیگر گھر والے بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑ رہے یہ سب لوگ ساتھ جائیں گے اماں مدینہ ویران ہو جائے گا آپؑ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی آپکا بیٹا نہ آئے گا۔ پھول سے بچے ساتھ ہیں عرب صحراؤں کی گرمی، پانی کی قلت، اچھا اماں خدا حافظ۔ قبر سے صدا آئی بیٹا حسینؑ میں بھی تیرے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں۔

عزادارو! امام حسینؑ سے جناب سیدہؑ کو ایسی محبت تھی کہ کبھی اپنے بیٹے کو خود سے جدا نہیں کرتیں۔ کربلا سے کوفہ اور کوفے سے شام کی راہوں میں اور کوفے اور شام

کے قید خانوں میں رات کو اکثر کسی بی بی کے دردناک انداز میں رونیکی صدائیں آتی تھیں اکثر تو داروغہ زندان امام زین العابدینؑ سے شکایت کرتے کہ رات کو زاندن سے کوئی بی بی باہر جا کر روتی ہے کبھی کبھی تو یہ بھی کہا جاتا کہ آواز آپؑ کی بڑی پھوپھی سے ملتی ہے امامؑ اکثر یہی کہتے کہ زندان تو مقفل رہتا ہے باہر جانے کا کیا سوال مگر داروغہ کا اصرار اسی پر رہتا کہ ضرور کوئی بی بی باہر جا کر روتی ہے۔

ایک روز یہ صدا آ رہی تھی یا ثمرة فوادی یا ولدی، یا قرة عینی داروغہ زندان کے کان میں جونہی یہ صدا آئی وہ بابِ زندان پر امام سجادؑ کے پاس آیا اور کہا دیکھئے اس وقت وہ بی بی رو رہی ہے امامؑ نے پھوپھی کو ساتھ لیا اور زندان سے باہر گئے کچھ دور پر واقعی کوئی بی بی رو رہی تھی۔ دوش پر سے چادر ہٹی ہوئی تھی سر کے بال کھلے ہوئے تھے جناب زینبؑ نے قریب جا کر سلام کیا جواب سلام ملا تو پوچھا اے خاتون تو کون ہے جو حسین پر روتی ہے جواب ملا بیٹی زینب ماں کو بھول گئی۔ جناب زینب نے کہا اماں سر کے بالوں کو چہرے سے ہٹائیے جب جناب سیدہؑ نے بالوں کو ہٹایا تو دیکھا کہ آپؑ کی رخسار اور پیشانی پر خون کے دھبے ہیں جناب زینبؑ نے پوچھا اماں یہ خون کے دھبے کیسے ہیں؟ بیٹا جب میرا حسینؑ خون میں تڑپ رہا تھا اس وقت میں نے رخسار اور پیشانی کو خون میں ملا ہے۔

مجلس نمبر (۷)

موت کی حقیقت اور جنابِ سیدہؑ کا ایک عزادار کے یہاں تشریف لانا اور مدینے سے امام حسینؑ کا رُخصت ہونا

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

کل من علیھا فان ہ و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ہ

دنیا کی ہر شئے فنا ہونے والی ہے اور سوائے ذات خدا کے کوئی باقی رہنے والا نہیں۔ حضرت انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اپنی موت کا خیال رکھے اور اعمالِ خیر بجالائے۔ کیوں کہ نیکیوں کے سوا انسان کچھ ساتھ لے جانے والا نہیں۔ انسان کو ایک روز ضرور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہوگا۔ اور خلاقِ عالم کی مرضی کے خلاف کام کرنے سے ڈرنا چاہئے۔

مومنین! دنیا کی محبت نے ہم کو ایسا مقید کیا ہے کہ نہ اللہ کے خوف کا خیال ہے نہ بندوں کے حقوق کا پاس نہ حرام حلال کی تمیز۔ انسان اسقدر اپنی ضرورتوں میں مبتلاء ہوگیا ہے۔ جو کچھ بھی جہاں سے ملے لے لیتا ہے وہ درست ہے یا غلط اسکی فکر نہیں کرتا ہم کبھی اس بات کو نہیں سوچتے کہ خلاقِ عالم نے ہمیں کیوں خلق کیا اور کیا کیا فرائض ہمارے ذمہ کئے ہیں۔ ہم بڑی بے فکری سے اپنے کو محبانِ ایمان کہلاتے ہیں اور آئمہ معصومین کا پیرو سمجھتے ہیں۔ ہمارے اعمال ایمان والوں کے اعمال سے بہت دور ہیں اولاد و والدین کے حقوق ادا نہیں کرتے والدین اولاد کے حقوق سے بے پرواہ ہیں۔ عورت اپنے شوہر کے حقوق کو نہیں پہچانتی شوہر بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ جو اپنے عزیزوں سے صلۂ رحم نہیں کرتا وہ مومن کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

مومنین دنیا کی زندگانی چند روز کی چاندنی ہے اس پر انسان کو مغرور نہ ہونا

چاہئے۔ نہ اسکی غیر معمولی فکر کرنی چاہئے البتہ آخرت کی فکر رہنی چاہئے کہ وہ دوامی زندگی ہے۔ یہاں کے جھگڑوں میں پھنس کر عاقبت برباد کرنا بڑی نادانی ہے۔ حضرت امام باقرؑ کا قول ہے کہ جب انسان کا سن چالیس سال کا ہوتا ہے تو منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ اے شخص تیرے کوچ کا وقت نزدیک آ گیا ہے۔

حضرات ! انسان کو سوچنا چاہئے کہ ہمارے کیسے کیسے عزیز اور دوست ہماری آنکھوں کے سامنے اس دنیا سے اُٹھ گئے اور کیسی کیسی زبردست ہستیاں ہمارے سامنے خاک میں مل گئیں کیسے کیسے خاندانوں کے چراغ گل ہو گئے جواَب تک ہمارے گھروں کی رونق تھے، محفلوں کی زینت تھے اور آج منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں جن سے دور ہونا دم بھر کے لئے گوارہ نہ تھا وہ گئے اور پھر پلٹ کر نہ آ سکے۔ انکی خواب گاہیں خالی پڑی ہیں انہوں نے دنیا میں کس محنت ومشقت سے مال جمع کیا وہ سب یہیں رہ گیا وہ جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی خالی ہاتھ گئے ہاں دوستو! اسی طرح ہم بھی ایک روز اس جہانِ فانی سے قبر میں چلے جائیں گے۔ جب تک سانس چل رہی ہے عملِ خیر کے لئے مہلت ہے۔ کل کا بھروسہ نہیں کوئی نہیں جانتا کہ موت کب آئیگی گذشتہ سال محرم کی مجالس میں جو حاضر تھے ان میں سے بہت سے غائب ہیں۔ عزیزو یہ دن آخرت بنانے کے ہیں ان ایام عزاء میں کاروبار دنیا میں کم سے کم حصہ لینا چاہیئے اہلبیتؑ کے مصائب پر گریہ وزاری کرنا چاہئے۔ گریہ وازاری اور ماتم میں شرمانا نہیں چاہئے۔ جب عزادار حسینؑ کی مصیبت کو یاد کر کے روتا ہے تو جناب سیدہؑ اسکے آنسوؤں کو رومال میں جمع کر لیتی ہیں۔ عزادارو جنت سے سیدہؑ تشریف لاتی ہیں اور دُعائیں دیتی ہیں یہ ایام انکی دُعائیں لینے کے ہیں۔

ماہ محرم کا چاند دیکھتے ہی اہلبیتؑ کے محبوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے تعزیہ وعلم رکھے جاتے ہیں اور گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ عورتیں اپنے زیور

اُتار کر رکھ دیتی ہیں زینت نہیں کرتیں کہ سوگ کے دن ہیں محسنِ انسانیت حسینؑ کی مصیبت میں غمگین رہو۔ عزادارو حسین مظلومؑ پر آنسو بہاؤ۔ حسینؑ کے اوپر رونے کے لئے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔ یہ شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

ناصر التواریخ میں لکھا ہے کہ جب خدا نے اس واقعے کی خبر اپنے رسولؐ کو دی اور جناب رسولِ خداؐ نے جناب سیدہؑ کو اس واقعے سے آگاہ کیا۔ تو جناب سیدہؑ نے پوچھا بابا اس وقت آپؐ ہونگے کہا نہیں علیؑ ہونگے کہا نہیں حسن کہا وہ بھی نہ ہونگے تو جناب سیدہؑ نے پوچھا بابا پھر حسین پر روئے گا کون۔ رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹی خدا ایک قوم کو پیدا کرے گا جسکے مرد اہلبیتؑ کے مردوں پر اور عورتیں اہلبیتؑ کی عورتوں پر اور بچے بچوں کا ماتم کریں گے اے فاطمہؑ میں اور تم ان عزاداروں کی روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔ یہ سب قیامت کے دن خوش و خرم ہونگے۔ انکے مردوں کو میں جنت میں داخل کروں گا اور انکی عورتوں کو تم جنت میں لے جاؤ گی۔

عزادارانِ حسینؑ جناب سیدہؑ کو اپنے بیٹے کی مجلس سے کس قدر محبت تھی وہ آپ کے سامنے بیاں کرتا ہوں۔ لکھا ہے کہ:

بصرہ کے اندر ایک شخص رہتا تھا جو سال بھر مزدوری کر کے اپنی روزی کماتا تھا اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا بچاتا تھا اور وہ تمام ماہِ محرم میں عزاداری میں خرچ کرتا تھا ایک سال وہ غریب جو کچھ بچایا تھا وہ بیماری میں صرف ہو گیا۔ ماہِ عزا کا کوئی سامان نہ کر سکا۔ یہاں تک محرم کا چاند دکھائی دیا۔ گھر گھر امامؑ کی صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسکی زوجہ نے کہا ہر سال مولاؑ کی مجلس کرتے تھے مگر افسوس اس سال بیماری کی وجہ سے آقاؑ کی مجلس نہ ہو سکے گی۔ کل لوگ اپنے امام بارگاہ میں آئیں گے اور واپس چلے جائیں گے۔ اگر ہو سکے تو کچھ سامان عزاء کر و اس مومن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آہستہ آہستہ باہر گیا۔ مومنہ گھر کے دروازے پر اُمید کے ساتھ کھڑی تھی۔ کہ یکا یک پڑوس میں

میں سے مرثیے کی آواز سنی بے اختیار دروازے کو بند کر کے مجلس میں چلی گئی۔ مجلس ختم ہونے کے بعد دل میں کہنے لگی: مولاؑ: آپؑ جانتے ہیں شوہر کی بیماری اور ناداری سے آپؑ کی خدمت سے محروم رہی جاتی ہوں۔ آقا آپؑ کے سوا کس سے عرض کروں؟ کوئی صورت کر دیجئے یہ کہتی ہوئی گھر پر آئی تو کیا دیکھا دروازہ کھلا ہوا ہے خیال کیا کہ شاید میرا خاوند آ گیا ہے۔ آخر گھر میں داخل ہوئی کیا دیکھتی ہے کہ چار بیبیاں سیاہ کپڑے پہنے ہوئے کام کر رہی ہیں۔ کوئی پانی چھڑکتی ہے کوئی فرش بچھاتی ہے۔ کوئی تنور روشن کرتی ہے۔ اس مومنہ کو حیرت ہوئی اور نزدیک جا کر سلام کیا اور عرض کی: آپ کون ہیں ایک خاتون نے کہا میں مریم مادر عیسیٰؑ ہوں۔ وہ حوّا زوجۂ آدمؑ ہے وہ حاجرہؑ مادر اسماعیلؑ اور وہ خدیجۃ الکبریٰؑ زوجہ خاتم الانبیاءؐ ہیں۔ ہم سب تیرے گھر مجلس حسینؑ کا انتظام کرنے آئے ہیں۔ اتنے میں اس مومنہ کی نظر اسطرف گئی جہاں ضریح مبارک رکھی جاتی تھی دیکھا ایک خاتون سر برہنہ بال بکھرائے منہ پر خاک لگائے رو رہی ہے۔ واحسیناہ، واشہیدہ، وامظلومہ کہتی جاتی ہے اور ایک چھوٹا سا تابوت رکھا ہے۔ دیکھتے ہی مومنہ بیتاب ہوئی اور رو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ حسینؑ کا نام لے کر رو رہی ہیں۔ ان مظلومہ نے کہا میں بھی حسینؑ کی عزادار ہوں کنیز خدا میں اس مظلوم حسینؑ کی ماں ہوں۔ جسکی لاش صحرا کے جانوروں کے علاوہ رونے والا نہ تھا پس جو مومن اور دوست میرے غریب فرزند کی مجلس بیان کرتا ہے تو آ کر میں مجلس میں شریک ہوتی ہوں اور رونے میں انکا ساتھ دیتی ہوں یہ سنکر وہ مومنہ قدموں پر گر پڑی۔ آپؑ نے فرمایا: خوشحال تیرا کہ تو میرے فرزند کی عزادار ہے کل قیامت میں میں تیری شفاعت کروں گی۔

عزادارو یہ وہ زمانہ ہے کہ تمام محبانِ اہلبیتؑ کے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔ گویا صحن عالم اس غم کو منا رہا ہے۔ ہمارے زمانے کے امامؑ زیارت ناحیہ میں

فرماتے ہیں: اے جدِ بزرگوار! اگرچہ زمانے نے مجھے پیچھے ڈال دیا ہے اور تقدیر نے آپؐ کی نصرت اور مدد سے مجھے روکا اور میں آپؐ کے دشمنوں سے جنگ اور مقابلہ نہ کرسکا لیکن اے جدِ بزرگوار اب میں صبح شام آپؐ پر بلند آواز سے روتا ہوں اور اب میں آپؐ کے لئے آنسوؤں کے بدلے خون روتا ہوں۔"

عزادارو! یہ وہ زمانہ ہے کہ امام مظلومؑ مدینے سے سفر کی تیاری کرنے لگے مدینہ ویران ہونے والا ہے کیونکہ بنی ہاشم کا والی مدینہ چھوڑ کر جا رہا ہے علیؑ کی اولاد اس غم میں گریاں ہے کہ وارث رسولؐ جا رہا ہے۔ سبط رسولؐ سے وطن چھٹتا ہے لکھا ہے رات کے وقت محمد حنفیہ آئے بھائی سے کہتے تھے کہ سفر نہ اختیار کریں۔ امام نے انہیں سمجھایا اور اپنے خروج کا مقصد سے آگاہ کیا۔ ناناؐ کی اُمت کی اصلاح کی اور کوئی صورت نہیں۔ انکے بعد عبداللہ ابن عباس آئے انہوں نے بھی روکنا چاہا مولاؑ نے انہیں بھی اپنے انقلاب کے مقاصد سے آگاہ کیا۔

عزادارو! جناب اُم سلمہ کا گھر سے باہر نکلنا معمولی بات نہ تھی۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد آپ نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ فقط کبھی کبھی روضۂ رسولؐ میں زیارت کیلئے جاتیں تھیں مگر جس حسینؑ کو بیٹے کی طرح پالا ہو۔ جس حسینؑ کو کبھی رسولؐ کے کاندھوں پر کبھی پشت پر سوار ہوتے دیکھا ہو آج اس حسینؑ سے ناناؐ کا مدینہ چھٹ رہا ہے گھر میں آکر کہا کیا بیٹا سفر کا ارادہ ہے؟ آپؑ نے کہا ہاں نانی! رخصت ہوتا ہوں فرمایا: بیٹا اگر جاتے ہو تو جاؤ مگر عراق کی طرف نہ جانا میں تمہارے ناناؐ سے سُنا کرتی تھی: یقتل ولدی الحسین بارض العراق فی ارض یقال لها کربلا میرا حسینؑ عراق کی جلتی ہوئی زمین پر تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا۔ جس زمین کا نام کربلا ہے۔ یہ سن کر آپؑ نے گردن جھکا لی اور کہا: نانی! حسینؑ مجبور ہے عراق جانا ضروری ہے۔ اور جو میرے ناناؐ نے خبر دی وہ ہو کر رہے گا۔ نانی جان آپ کو وہ جگہ

دیکھنا ہوتو آنکھیں بند کریں جناب اُم سلمٰی نے آنکھیں بند کیں تو کیا نظر آیا، کربلا کی زمین بلند ہوئی اور نظر آنے لگی۔ امامؑ نے فرمایا کہ: نانی! دیکھئے وہ فرات کا کنارا جہاں پانی موجیں مار رہا ہے وہاں عباس کے بازو کٹیں گے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں میرے کڑیل جوان علی اکبرؑ کے سینے میں برچھی لگے گی۔ اور نانی! یہ وہ مقام ہے جہاں علی اصغر کو تیر لگے گا۔ اے نانی! دیکھو یہ جو نشیب نظر آ رہا ہے یہاں میرا سوکھا گلا کاٹا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپؑ نے ایک مٹھی خاک اُٹھا کر جنابِ اُم سلمٰی کو دی اور فرمایا: نانی جب تک یہ خاک خاک رہے سمجھنا آپ کا حسینؑ زندہ ہے جب یہ خون میں تبدیل ہو جائے سمجھنا آپکا حسینؑ شہید ہو گیا۔ اے نانی میں قتل کیا جاؤں گا میرے بچے ذبح ہونگے اور عورتیں اسیر ہونگی۔

رونے والوں حسینؑ کا چھوٹا سا قافلہ روانہ ہو گیا۔ جناب اُم سلمٰی ہمیشہ نماز کے بعد شیشی کو دیکھا کرتیں۔ یہاں تک کہ صبح عاشور ہوئی صبح کے بعد دیکھا خاک سلامت نماز ظہر کے بعد دیکھا خاک اپنی اصلی حالت پر ہے مگر جب نماز عصر کے بعد شیشی کو دیکھا تو اس میں تازہ خون جوش مار رہا تھا۔ آپؑ نے سر سے چادر پھینک دی مدینے والو آؤ مجھے پرسہ دو میرا حسینؑ شہید ہو گیا۔ رسولؐ کا نواسہ شہید ہو گیا۔ ہائے اس اُمت نے رسولؐ کی آل کے ساتھ کیا کیا۔ افسوس اُمت نے کچھ خیال نہ کیا۔

مجلس نمبر (۸)

درود کی فضیلت اور جناب مسلم کی شہادت

وقال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلّو ن علی النّبی یا ایھا الّذین امنوا صلّوا علیہ و سلّموا تسلیما (صلوات)

خلاق عالم قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: بتحقیق خداوند عالم اور اسکے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں نبیؐ پر اور اے صاحبانِ ایمان تم بھی درود بھیجو نبیؐ پر اور سلام بھیجو جو حق درود بھیجنے کا ہے۔

حضرات آپکے سامنے میں نے جس آیت کی تلاوت کی اس سے درود کی بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ صرف انسان اور فرشتے ہی درود نہیں بھیجتے بلکہ خلاقِ عالم بھی اپنے حبیبؐ پر درود بھیجتا ہے۔ میری زبان میں طاقت نہیں کہ میں درود کی فضیلت بیان کرسکوں۔ نماز میں جو دین کا ستون ہے وہ بغیر درود کے قبول نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اہل سنت کے امام شافعی فرماتے ہیں:

یا اھلبیت رسول اللّٰہ حبکم فرض من اللّٰہ فی القرآن انزلہ کفاکم من عظیم القدر انّکم من لم یصلّ علیکم لا صلا تہ لہ

یعنی اے اہلبیت رسولؐ آپؑ کی محبت اللہ نے فرض کی ہے جسکے متعلق قرآن میں لکھا۔ یقیناً آپؑ کی بزرگی اور مرتبے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپؑ صلوات نہ پڑھے اسکی نماز قبول نہیں۔ (صلوات)

لکھا ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد اصحاب نے آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ

پر اور آپؐ کے اہلبیتؑ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اللھم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم

صلوات کی بہت بڑی فضیلت کتابوں میں لکھی ہے اور اسکا عجیب وغریب حکم ہے۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ خلاق عالم کہتا ہو کہ میں روزہ رکھتا ہوں تم بھی رکھو۔ میں نماز پڑھتا ہوں تم بھی پڑھو میں حج کرتا ہوں تم بھی حج کرو مگر حضرات صلوات کیلئے عجیب حکم ہوتا ہے کہ میں اور فرشتے صلوات بھیجتے ہیں اے صاحبانِ ایمان تم بھی صلوات بھیجو (صلوات)

تفسیر منہاج الصادقین میں منقول ہے کہ خاتم الانبیاءؐ نے ارشاد فرمایا کہ: جب شبِ معراج میں بالائے آسمان گیا ایک فرشتہ عجیب الخلقت دیکھا کہ اس کے ہزار ہاتھ ہیں اور ہر ہر ہاتھ میں ہزار ہزار انگلیاں ہیں اور ان انگلیوں سے حساب کر رہا ہے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟ جبرائیل نے عرض کی یا حضرتؐ اسکو حق تعالیٰ نے باران پر موکل کیا ہے جس قدر بارش کے قطرے زمین پر گرتے ہیں اس کا شمار کرتا ہے۔ یہ سُن کر میں نے اس فرشتے سے پوچھا کہ ابتداء خلقت آدمؑ سے آج تک جتنے قطرے بارش کے زمین پر گرے ہیں کیا تجھے یاد ہیں؟ اس نے جواب دیا قسم اس خدا کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ابتداء خلقت سے آج تک ہر ہر بارش کا قطرہ جہاں جہاں گرا ہے چاہے وہ صحرا، دریا، آبادی یا ویرانی میں گرا ہو سب مجھے یاد ہے اور آپؐ کو بتا سکتا ہوں حضرتؐ فرماتے ہیں کہ: اسکے کلام سے مجھے حیرت ہوئی۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ یہ سب حساب تو میں کر سکتا ہوں لیکن ایک حساب ایسا ہے کہ باوجود اتنے ہاتھ اور اس قدر انگلیوں کے مجھ سے نہیں ہو سکتا! آپؐ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا جب آپؐ کی اُمت کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور ذکر فضائل ہوتا ہے اور لوگ آپؐ پر اور آپؐ کی اولاد مطہرہ پر درود

بھیجتے ہیں تو اس کے ثواب کا شمار مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ (صلوات)

حضرات درود کو کسی وقت فراموش نہیں کرنا چاہئے درود کی بڑی برکت ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ، جو خدا سے اپنی حاجت طلب کرے تو چاہئے کہ پہلے محمدؐ و آلِ محمدؑ پر درود بھیجے اسکے بعد دُعا مانگے اور آخر میں پھر درود بھیجے۔ پس خدا کریم ہے اس بات سے کہ اوّل و آخر کو قبول کریگا اور درمیان کو بھی نہ چھوڑے گا کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؑ پر تو ضرور قبول ہو گی تو انکے طفیل کی ہوئی دُعائیں بھی قبول ہو جائیں گی۔

ہر مذہب و ملت میں ہر حکومت میں اظہار مسرت کے الگ الگ طریقے ہیں۔ کوئی تالیاں بجاتا ہے کوئی باجا بجاتا ہے مگر مسلمان نعرۂ تکبیر یعنی اللہ واکبر سے مسرت ظاہر کرتے ہیں واقعی نعرۂ تکبیر بہت ہی اچھا ہے لیکن نعرۂ صلوات میں خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کی اولاد کی تعریف ہے لہٰذا نعرۂ صلوات کو بھی نہیں بھولنا چاہئے اور یہی قیامت میں کام آنے والا ہے۔ (صلوات)

درود اپنی طرف سے دُعا ہے مگر ہماری کیا بساط ہے کہ رحمۃ الا العالمینؐ کیلئے دُعا کریں؟ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ دُعا حقیقت میں اپنے لئے ہے حدیث میں ہے کہ ایک شجر ہے جسکی جڑ حضرتؐ ہیں اسکی شاخیں اہلبیتؑ اور اسکے پتے محمدؐ و آلِ محمدؑ کے محبّ ہیں۔

اگر کوئی انسان درخت کے پتوں کو تازہ رکھنا چاہے تو وہ پتوں پر ہرگز پانی نہیں ڈالے گا۔ اگر ایسا کوئی کریگا تو لوگ اسکو بیوقوف کہیں گے۔ اگر پتوں کو ہرا بھرا رکھنا ہے تو جڑ میں پانی ڈالنا چاہئے۔ لہٰذا حضرات صلوات بھیجنے سے اپنا فائدہ ظاہر ہے۔ (صلوات)

حضرات آپ نے دیکھا کہ بغیر صلوات کے نماز نہیں ہوتی تو اب بتائیے کہ انہی

اہلبیتؑ کے گھرانے کے ساتھ دشمنی رکھنے والوں کی نماز کیا ہوگی؟ دشمن بھی کیسی دشمنی کے حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کی حد سے زیادہ کوشش کی گئی مگر جسکی فضیلت کو خالق بڑھانا چاہے اسکو کون مٹا سکتا ہے سلونی قبل ان تفقدونی سے آپؑ کی کس قدر فضیلت ظاہر ہوتی ہے دوسرے کی کیا مجال کہ ایسا دعویٰ کر سکے۔ جس نے بھی ایسا دعویٰ کیا شرمندگی اُٹھائی۔ جیسا کہ سبط جوزی کا واقعہ آپ جانتے ہیں۔ مگر میں آپ کے سامنے دو واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مقاتل بن سلیمان نے دعویٰ کیا کہ جو پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اگر عرش کے نیچے کی کسی چیز کا مجھ سے سوال کیا تو اسکا بھی جواب میں دونگا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آدمؑ نے جب پہلا حج کیا تو اسوقت انکی حجامت کس نے بنائی تھی؟ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں دوسرے نے سوال کیا کہ مچھر کے پیٹ میں جو آنت ہے وہ اسکے پیٹ کے نیچے کے حصے میں ہے یا اوپر کے حصے میں؟ وہ جواب نہ دے سکا اور خاموش ہو گیا۔ (صلوات)

مومنین! اسی طرح ایک دوسرے شخص نے بھی جرأت کی اور چھوٹا منہ اور بڑی بات کرنے لگا اس کا نام قتادہ تھا اس سے بھی ایک شخص نے سوال کیا کہ بتا کہ جناب سلیمان پیغمبرؑ کے ساتھ جس چیونٹی نے گفتگو کی تھی وہ نر تھی یا مادہ؟ وہ بھی یہ سن کر شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ دیکھا آپنے یہ دعویٰ جتنے لوگوں نے بھی کیا وہ سب ذلیل وخوار ہوئے یہ دعویٰ تو جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کو ہی زیبا تھا۔

حضرات فضائل امیر المومنینؑ اس قدر کتابوں میں درج ہیں کہ اگر کوئی بیان کرنے بیٹھے تو عمر تمام ہو جائے گی مگر فضائل کا باب مکمل نہ کر سکے گا۔ جناب امیر المومنینؑ کے دوست انکے فضائل سن کر خوش ہوتے ہیں اور مصائب سن کر غمگین ہوتے ہیں آج میرا جی چاہتا ہے کہ میں سفیر امام حسینؑ، کوفے کے بیکس وغریب مسلم ابن

عقیلؑ کا ذکر کروں وہ ایسا غریب ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمؑ پر جو مومن ہوگا وہ گریہ کرے گا۔

ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دن جناب حضرت علیؑ نے جناب رسول خداؐ سے پوچھا کہ: یا رسول اللہؐ آپ میرے بھائی عقیل کو دوست رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم میں عقیل کو دوست رکھتا ہوں اور مجھکو عقیل سے دوہری محبت ہے۔ اوّل تو خاص مجھکو اسکی ذات سے محبت ہے۔ دوسری محبت اپنے چچا ابو طالب کے سبب سے ہے کہ ان کا فرزند میرا چچا زاد بھائی ہے۔ اسکے بعد فرمایا: یا علیؑ کیوں میں عقیل کو دوست نہ رکھوں کہ انکا فرزند تیرے فرزند حسینؑ کی محبت میں قتل ہوگا۔ یا علیؑ! سب سے پہلے جو حسینؑ پر جان فدا کرے گا وہ مسلم ابن عقیلؑ ہوگا۔ یا علیؑ! اسکی بیکسی پر مومنوں کی آنکھیں آنسو بہائیں گی اور فرشتے صلوات بھیجیں گے۔ پھر آپؐ مسلمؑ کے حال کو یاد کر کے اس قدر روئے کہ آپکیؐ ریش مبارک سے آنسو سینے پر ٹپکنے لگے۔

عزادارو کوفے سے سینکڑوں خطوط فرزند فاطمہؑ کو ملے۔ روائت تو بارہ ہزار تک کی تعداد بتاتی ہے اس میں یہی لکھا تھا کہ اے فرزند رسولؐ! آپؑ تشریف لائیے اور ہماری ھدائت کیجئے۔ کھیتیاں سرسبز و شاداب ہیں پانی نہریں بہہ رہی ہیں اشجار کو پھل لگے ہوئے ہیں ایک لاکھ تلواریں آپؑ کی نصرت کو تیار ہیں۔ جلد تشریف لائیے۔

صاحب جواہر البیان تحریر فرماتے ہیں کہ: آپؑ نے خط میں لکھا کہ اے اہل کوفہ! آگاہ ہو کہ تمہارے خطوط مجھکو بلانے کے متواتر پہنچے اور تم نے لکھا ہے کہ ہم لوگ بے امام ہیں۔ اسلئے میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم ابن عقیلؑ کو جو میرے اہلبیت میں بھروسے والے ہیں کو بھیج رہا ہوں یہ تم لوگوں کے حالات کی مجھے خبر دینگے اور تمہاری باتوں کا یقین ہوگا تو میں تمہارے پاس جلد پہنچوں گا۔

حضرت مسلمؑ یہ خط لیکر روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو جناب مختارؒ کے گھر اُترے۔کوفے والوں کو جمع کر کے امامؑ کا خط سنایا۔حکمِ امامؑ سن کر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جناب مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔اسوقت آپؑ نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ یا مولاؑ! اٹھارہ ہزار لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی ہے اب آپؑ یہاں جلد تشریف لائیے امام حسینؑ کی طرف خط روانہ ہوا اور وہاں شام میں یزید کو خبر پہنچی تو وہ نہایت غضبناک ہوا عبید اللہ ابن زیاد جو بصرہ کا حاکم تھا اس کو خط لکھا کہ تو کوفے میں جا اور مسلم ابن عقیلؑ کو قتل کر کے اسکا سر شام بھیج دے۔

ابن زیاد کوفہ میں آیا اور کوفے والوں کو ڈرانے لگا تو اسی وقت کوفیوں نے جناب مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ جناب مسلمؑ یکہ وتنہا کوفے میں پھرتے تھے یہاں تک کہ ھانی ابن عروہ جو شیعیانِ جناب امیرؑ سے تھے کے گھر پناہ لی۔ جب ابن زیاد کو خبر ہوئی تو اسنے جنابِ ھانی کو بلا کر حضرت مسلمؑ کو طلب کیا۔ جناب ھانیؒ کے انکار پر ابن زیاد نے انکے چہرے پر اتنی چھڑیاں ماریں کہ خون جاری ہوا اور آخر وہ دیندار بھی قتل کر دیئے گئے۔ جب جناب مسلمؑ کو خبر ہوئی تو آپؑ ھانی کے گھر سے نکلے مگر جہاں جاتے دروازہ بند پاتے۔تو آپؑ نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور مرنے کیلئے آمادہ ہو گئے محلے کی ایک ویران مسجد میں آپؑ تشریف لے گئے۔

عزادارو کسی سے زمانہ ایسا نہ پھر جائے جیسا اس غریب مسافر سے پھر گیا! افسوس ایک وقت نماز جماعت میں اٹھارہ ہزار کا مجمع تھا اور آج مسجد میں صرف مسلمؑ تھے۔ اپنی تنہائی اور بھائی کی جدائی پر روتے تھے اور کہتے تھے آہ آہ نہ دوست ہے نہ وفادار کہ میری بیکسی کی خبر میرے مولاؑ کو پہنچائے۔

آخر مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے نکلے مگر کہاں جائیں؟ ذرّہ ذرّہ دشمن کس سے پوچھیں؟ پیاس بھی بہت لگی ہے اور بعض روائت کے روزے سے بھی تھے ایک

ضعیفہ کے دروازے پر پہنچے دیکھا کہ وہ دروازہ بند کرنا چاہتی ہے فسلم علیھا فقال یا امۃ اللہ اسقینی ماء ۔آپؑ نے کہا اے کنیز خدا مجھے ایک پانی کا جام پلا یہ سن کر وہ پانی لائی اور جناب مسلمؑ نے پانی پی لیا اور جناب مسلمؑ بیٹھ گئے اس ضعیفہ نے جسکا نام طوعیٰ تھا کہا اے بھائی کیا سیراب نہیں ہوئے؟ آپؑ نے کہا نہیں میں سیراب ہو گیا خدا تجھے جزاء خیر دے طوعیٰ نے کہا اچھا پھر جاتے کیوں نہیں؟

جناب مسلمؑ کو رونے والو! ارے غریب طوعیٰ کو کیا جواب دے خاموش ہو گئے۔ اسی کوفے کے والی جناب امیر المومنینؑ تھے آج انہی کے بھتیجے کو ایک ضعیف عورت کیا کہہ رہی ہے؟ کیا آپ سن سکیں گے اس نے کہا "اے بندۂ خدا اپنے گھر کو جا میرے دروازے پر بیٹھنا زیبا نہیں اس پر مسلمؑ رونے لگے۔ مایوسی نے جناب مسلمؑ کے قدم پکڑ لئے۔ کہاں جائیں اور کس سے پوچھیں؟ ہاشمی شیر نے طوعیٰ سے کہا! یا امۃ اللہ ما لی فی ھذا البلد منزل و لا عشیرۃ اے کنیز خدا میں کہاں جاؤں؟ نہ میرا اس شہر میں گھر ہے نہ قوم وقبیلہ میں مسافر ہوں۔

جناب مسلمؑ نے فرمایا: اے ضعیفہ مجھے رہنے کی جگہ دے، اسکی جزا میں پیغمبر خداؐ تیری شفاعت کرینگے۔طوعیٰ نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ میں مسلم ابن عقیل ہوں۔ طوعیٰ نے جب نام سنا قدموں میں گر پڑی اور گھر میں لے آئی۔ ایک حجرے میں جگہ دی آپؑ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے طوعیٰ کا ایک بیٹا دشمنِ آل رسولؐ تھا اس نے جب اپنی ماں کو بار بار اس حجرے میں جاتے دیکھا تو ماں سے سبب پوچھا تب اس کو خبر ہوئی کہ ابن زیاد جس کی تلاش میں ہے وہ میرے گھر میں ہے۔غرض صبح ہوتے ہی وہ ملعون ابن زیاد کے پاس گیا اور جناب مسلمؑ کی موجودگی کی خبر کر دی۔ ابن زیاد ملعون نے محمد ابن اشعث کو ایک ہزار سوار اور پانچ سو پیادوں کے ساتھ روانہ کیا جناب مسلمؑ عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ سنتے ہی وہ

کھڑے ہو گئے اور فرمایا'' انا للہ و انا الیہ راجعون '' ہتھیار سجا کر باہر نکلے۔ طوعیٰ نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ آپؑ نے فرمایا: طوعیٰ اب مہمانی ہو چکی۔ یہ کہہ کر باہر آئے اور دشمنوں سے جنگ شروع کر دی۔ جناب مسلمؑ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اشقیاء کو اُٹھا اُٹھا کر کوٹھوں پر پھینکتے تھے یہاں تک کہ ڈیڑھ سو کوفیوں کو واصل جہنم کیا۔ فوجی بھاگنے لگے ابن اشعث نے ابن زیاد کو زیادہ مدد کیلئے پیغام بھیجا وہ یہ سن کر غصے سے کانپنے لگا ایک اکیلے کیلئے اتنا لشکر کافی نہیں ہوتا اگر میں تجھے حسین ابن علیؑ سے لڑنے بھیجوں تو کیا کرے گا ابن اشعث نے غصے میں کہلوایا کہ تو نے مجھے کوفے کے کسی بقال سے لڑنے نہیں بھیجا تو نہیں جانتا کہ یہ ہاشمی شیر ہے۔ عزادارو لڑتے لڑتے جناب مسلمؑ بہت زخمی ہو گئے تھے اور ناتوانی کے سبب سے ایک دیوار کے پاس بیٹھ گئے اسوقت اشقیاء چاروں طرف سے پتھر برسانے لگے۔ لوگ کوٹھوں پر سے آگ پھینکنے لگے آخر ملاعین فریب سے پیچھے ہٹتے جاتے تھے ایک گڑھا کھود کر اسکے منہ کو چھپا دیا تھا جب جناب مسلمؑ لڑتے لڑتے اسکے پاس پہنچے تو اس میں گر پڑے اب سب نزدیک آ کر پتھر برسانے لگے ابن اشعث نے آپؑ کے منہ پر ایسی تلوار ماری کہ آپؑ کا ہونٹ کٹ گیا اور دندانِ مبارک گر گئے۔ آپؑ کو گرفتار کر کے لے چلے زخمی ہونے کے سبب آپؑ کو پیاس بہت لگی تھی آپؑ نے فرمایا: مجھے تھوڑا پانی پلاؤ۔ عمر ابن حارث نے پانی کا جام بھیجا۔ آپؑ نے چاہا کہ پانی پئیں۔ مگر پیالہ منہ سے لگاتے ہی منہ کا خون پانی میں گرا اور تمام پانی خون آمیز ہو گیا۔ اس وقت آپؑ نے یاس کا کلمہ فرمایا کہ: **الحمد للہ** اب دنیا سے آب و دانہ ہماری قسمت میں نہیں۔

حضرت مسلمؑ کو زخمی حالت میں ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو آپؑ نے سلام نہیں کیا کسی نے کہا مسلمؑ تم نے امیر کو سلام نہیں کیا؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میرا امیر حسینؑ ابن علیؑ کے سوا کوئی نہیں اس وقت اس شقی نے کہا تم سلام کرو یا نہ کرو میں تمہیں

قتل ضرور کروں گا۔ آپؑ نے یہ فرمایا کہ: تیرا یہ ارادہ ہے تو میری ایک حاجت پوری کر کہ کوئی مرد قریش کو مقرر کر کہ اس سے میں چند وصیتیں کر سکوں ابن زیاد نے عمر سعد کی طرف اشارہ کیا آپؑ نے فرمایا: اے پسر سعد میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میں ۷۰۰ درہم کا مقروض ہوں میری تلوار اور زرہ بیچ کر ادا کرنا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میری شہادت کے بعد میری لاش کو دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ میں اپنے مولا کو خط لکھ چکا ہوں ضرور آپؑ اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ اس طرف آتے ہونگے انکو خط لکھ دینا کہ مولاؑ اس طرف نہ آئیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ مصیبت میں مبتلاء ہو جائیں آپؑ کا مسلم شہید ہو گیا۔

جب ابن سعد نے یہ وصیت ابن زیاد سے بیان کیں تو اس شقی نے کہا تلوار اور زرہ کا ہمیں کچھ کام نہیں اور لاش کا بھی تجھے اختیار ہے لیکن حسینؑ ابن علیؑ کے بارے میں جو تم نے کہا وہ ہمیں منظور نہیں ہم انکو بھی تمہاری طرح قتل کر دینگے۔ یہ سُن کر مسلمؑ رونے لگے اور فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون

عزادارو اسکے بعد مسلمؑ کو کوٹھے پر لے گئے۔ قاتل تلوار لئے قتل کرنے کیلئے تیار اور مسلمؑ سر جھکائے کھڑے تھے آپ کو یاد ہو گا کہ یہ ۹ ذی الحجہ کی تاریخ تھی کوفہ میں لوگ عید کی تیاریوں میں مصروف کل ۱۰ ذی الحجہ کو عید منائی جائے گی حسینؑ کا سفیر زیر تلوار کیا سوچ رہا ہو گا کبھی آپؑ کو آقا کا خیال آتا ہو گا کبھی اپنے بچے یاد آ رہے ہونگے۔ اللہ اللہ اس شقی نے کیا ظلم کیا مجھ سے بیان نہیں ہو سکتا۔ عجب نہیں کہ آسمان سے ندا آئی ہو کہ اے اہل کوفہ دیکھو غریب الدیار مسلمؑ کی کیا حالت ہے۔ آپؑ کو قتل کر کے آپؑ کی لاش کوٹھے سے زمین پر پھینک دی۔ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ پیروں میں رسیاں باندھ کر لاش کو کوفے کی گلیوں میں پھرانے لگے کوفے کے لڑکے کہتے جاتے تھے ھذا مسلم ابن عقیل ھذا مسلم ابن عقیل میں عرض کرتا ہوں کہ اے

حسینؑ کے ایلچی تمہاری لاش کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا مگر کربلا میں آقا حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے اور فرزند ساقیٔ کوثر اور سبطِ رسولؐ کا بھی لحاظ نہ کیا گیا۔ سلام ہو مسلمؑ کی لاش پر جسے کوٹھے سے گرایا گیا۔

مجلس نمبر (۹)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کی یتیم پروری اور فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

الم یجدک یتیما فاویٰ ہ ووجدک ضالاً فھدیٰ ہ ووجدک عائلا فاغنیٰ ہ فامّا الیتیم فلا تقھر ہ وامّا السّائل فلا تنھرہ

ترجمہ: کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر پناہ دی اور تمہیں ناواقف پایا پس ھدائت کی اور تمہیں تنگدست پایا پس غنی کر دیا۔ اب جب کہ یہ بات ہے تو یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور سوال کرنے والے کو مت جھڑکو۔

حضرات! ارشاد قدرت ہے کہ: یتیم پر ظلم نہ کرنا۔ آج دنیا میں کون یتیم کا پورا لحاظ کرتا ہے۔ حالانکہ ہم نے انسان کو اپنے فضل و کرم سے رزق عطا کیا ہے۔ ہم تو ہر حال میں بندے کو روزی دیتے ہیں۔ چاہے وہ نافرمان ہو یا اطاعت گزار چاہے جھونپڑی میں رہنے والا فقیر ہو یا محل میں رہنے والا بادشاہ دونوں کو رزق ہم ہی عطا کرتے ہیں۔ ہم تو اپنے مقابلے میں خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتے تو دوسرے بندوں کا کیا ذکر۔

حدیث میں ہے کہ جو یتیم پر رحم نہیں کرتا روزِ قیامت اسکی جگہ جہنم ہے۔ جب کوئی یتیم فریاد کرتا ہے تو عرشِ الٰہی کانپ جاتا ہے حضرات! یتیم بچوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جس طرح کوئی درخت بغیر جڑ کے تر و تازہ نہیں رہ سکتا اسی طرح یتیم ہونے کے بعد بچوں کی شگفتگی جاتی رہتی ہے۔ خدا نہ کرے کسی بچے کے سر سے

ماں باپ کا سایہ اُٹھ جائے۔ یتیم کی تمام اُمیدیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ آرزؤں کا خون ہو جاتا ہے۔ دنیا میں کوئی اسکے ناز اُٹھانے اور سچی محبت کرنے والا باقی نہیں رہتا۔ اسکا ٹوٹا ہوا دل بات بات پر بھر آتا ہے آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ اسلام تو یہاں تک کہتا ہے کہ یتیم کے سامنے اپنی اولاد کا منھ نہ چومو۔ پیار نہ کرو اور اگر کرو تو وہی پیار یتیم کو بھی دو۔ ورنہ تمھارے اس عمل سے اس یتیم کو اپنے ماں باپ یاد آئیں گے اسکے دل پر چوٹ لگے گی۔

آج میں آپ کے سامنے ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ کو پتہ چل جائے گا یتیم کے ساتھ معمولی حسن سلوک سے انسان جنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک یتیم بچے کے پیر میں کانٹا چبھا ہوا ہے اور وہ اسکی تکلیف سے رو رہا ہے۔ وہ بیتاب ہو کر اسکے پاس پہنچے اور اسکے پیر سے کانٹا نکال کر شفقت اور مہربانی کا اظہار کیا اسکے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ وہ بچہ اس سے زیادہ رونے لگا۔ بزرگ نے کہا بیٹے میں نے تمہاری تکلیف دور کر دی اب کیوں رو رہے ہو؟ اس بچے نے کہا کہ مجھے میرے باپ یاد آ گئے وہ بھی اسی طرح سر پر ہاتھ پھیرتے تھے یہ سن کر اس بزرگ نے اپنے سینے سے لگایا اور دیر تک روتے رہے جب ان بزرگ کا انتقال ہو گیا تو انکے دوست نے انہیں خواب میں دیکھا کہ حوران بہشت کے ساتھ جنت کا لباس پہنے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ انکے دوست نے انسے پوچھا تم نے کونسا ایسا نیک کام کیا وہ کہنے لگے کہ صرف ایک عمل خیر کا بدلہ ہے میں نے ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالا تھا اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

حضرات! دیکھا آپ نے یتیم کے پیر سے کانٹا نکالنے کی یہ جزا ملی ہم سب کو ہمیشہ یتیموں سے شفقت سے پیش آنا چاہیئے۔ ہر چھوٹے بڑے کا فرض ہے کہ وہ اپنی خوشیوں میں یتیموں کو فراموش نہ کریں خود جناب امیر المومنینؑ یتیموں کی کس قدر خبر

گیری کرتے تھے وہ آپ کے علم میں ہوگا پھر بھی یاد دلانا چاہتا ہوں۔ایک مرتبہ آپؑ بازار سے گزر رہے تھے آپؑ نے دیکھا ایک عورت غلہ کی بوری سر پر رکھے جا رہی تھی وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں ٹھہر جاتی تھی آپؑ اسکے پاس پہونچے اور فرمایا: اے ضعیفہ! کیا تیرا شوہر نہیں کہ اس کام کو انجام دے۔اس نے عرض کی کہ میں بیوہ ہوں اور سب گھر کا کام مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔امیر المومنینؑ کا دل تڑپ گیا۔آپؑ نے اسکا بوجھ اُٹھالیا اور اسکے ساتھ ساتھ گھر تک گئے۔وہ ضعیفہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ دونوں جہاں کے سردار ہیں آپ نے دیکھا کیسے کریم مولا تھے ہماری ھدائت کیلئے سبق دے رہے تھے کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی مدد کرنے میں شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے کس قدر افسوس ہوتا ہے آجکل کے نوجوانوں پر کہ مولاؑ کی غلامی کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر انکی پیروی نہیں کرتے۔غیروں کی خدمت تو کیا کریں گے خود اپنے والدین کی اطاعت اور خدمت نہیں کرتے۔

مولاؑ کی اس مدد پر وہ شکریہ ادا کرنے لگی۔حضرتؑ نے فرمایا: اے ضعیفہ! اور کوئی خدمت بتا تا کہ میں وہ انجام دے دوں اسنے کہا میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں اگر آپ مہربانی کر کے انکو بہلائیں تو میں تھوڑا پانی لے آؤں اور آٹا پیس لوں۔ آپؑ نے فرمایا: بچے اپنی ماں ہی سے بہلتے ہیں تو انکو بہلا میں تیرا سب کام انجام دیتا ہوں آپؑ مشکیزہ لیکر پانی بھر کر لائے۔پھر آپؑ نے گیہوں چکی میں پیسے جب آٹا تیار ہوگیا آپؑ نے فرمایا: تو اسکو خمیر کر میں تندور روشن کرتا ہوں جب روشن ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا: اب تو روٹی پکا میں بچوں کو بہلاتا ہوں۔وہ روٹی پکانے لگی اور جناب امیر المومنینؑ بچوں کی طرح بچوں کیساتھ کھیلنے لگے۔شفقت سے کبھی پشت پر بٹھاتے کبھی شانوں پر۔جب آپؑ وہاں سے چلنے لگے تو اس ضعیفہ نے کہا اے بھائی کم سے کم اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔حضرتؑ نے فرمایا: کہ نام سے کیا کام ہے؟ میں نے جو کچھ

کیا وہ اپنے مالک کی خوشنودی کیلئے کیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ وہاں سے جانے لگے اتفاقاً پڑوس کی ایک عورت جو حضرتؑ کو دیکھ رہی تھی آپؑ کو جانتی تھی۔ اسنے اپنی ہمسائی سے کہا کہ تو پہچانتی بھی ہے کہ یہ کون ہیں جن سے تو یہ خدمت لے رہی تھی یہ دونوں جہاں کے شہنشاہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں یہ سن کر وہ دوڑ کر آپؑ کے قدموں میں گر پڑی اور معافی مانگنے لگی۔ حضرتؑ کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ فرمانے لگے: اے ضعیفہ! اسکا خیال نہ کر اگر تو میری خدمت سے خوش ہوئی ہے تو خدا سے دُعا کر وہ علیؑ سے راضی رہے۔ (صلوات)

حضراتِ گرامی! یہ تو آپ نے سرکارِ رسالتؐ کے وصی و وزیرؑ کی یتیم پروری سنی اب حضرت پیغمبر اسلامؐ کی یتیم پروری کا واقعہ سناتا ہوں۔

ایک مرتبہ جنگ سے واپسی پر آپؐ ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ قومِ ھوازن جو ابھی تازہ مسلمان ہوئی تھی اسکے کچھ افراد آپؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ کچھ اصحاب بھی موجود تھے۔ آنحضرتؐ ایک پیرہن پہنے ہوئے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے وعظ فرماتے تھے ناگاہ ایک عرب نے آ کر عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اس گاؤں میں ایک عرب جو غلاموں کی تجارت کرتا ہے دو یتیموں کو پکڑ کر لے گیا ہے وہ عنقریب ان کو اونٹوں پر سوار کر کے لے جائیگا اور بیچ ڈالے گا۔ یہ سننا تھا کہ وعظ کو چھوڑا جلدی میں نہ عمامہ سر پر رکھا نہ عبا دوش پر ڈالی نہ جوتے پہنے گویا سر و پا برہنہ اس کی تلاش میں چلے کچھ دور جا کر دیکھا وہ عرب لا وارث بچوں کو لیکر جا رہا ہے۔ وہ بچے فریاد کرتے جا رہے تھے آپؐ نے آواز دی یا اخالعرب قف۔ اے بھائی عرب ٹھہر جا یہ سن کر اس پر ایسی ہیبت چھائی کہ ٹھہر گیا۔ حضرتؐ نے قریب پہنچ کر اس سے کہا اگر تجھے ان بچوں کو لے جانے سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے تو میرے ساتھ چل تجھے مالِ دنیا میں دیدوں گا۔ آپؐ نے یتیم بچوں کو ساتھ لیا اور انکے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس

عرب کو اپنی قیام گاہ تک لائے اور اپنے مالِ غنیمت میں سے ۵۰۰ درہم دیئے اور یتیموں کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

حضرات اس اُمت نے سیرت رسولؐ پر کیسا عمل کیا۔ رسولؐ کا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا رحلت رسولؐ کو ۵۰ سال بھی نہ گزرے تھے کہ مسلمانوں نے تعلیمات رسولؐ کو یکسر فراموش کردیا۔ یتیمانِ مسلمؑ کے ساتھ کیسا سلوک کیا پردیس اپنے باپ سے بچھڑ کے مدت تک زندان میں مقید رکھے گئے۔ سیر ہو کر کھانا پانی تک نہ ملتا تھا۔ صاحبِ مفتاح البیان مولانا سید اکبر مہدی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: مصیبتوں سے تنگ آ کر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ آج داروغہ قید خانہ سے اپنا حسب ونسب بیاں کریں شائد اولادرسولؐ سمجھ کر ہم پر رحم کرے۔ داروغہ زندان کا نام مشکور تھا جب رات کے وقت حسب دستور گرم پانی اور جو کی روٹی کے ٹکڑے لیکر آیا تو بڑے صاحب زادے نے جنکا نام محمد تھا کہ یا شیخ ھل تعرف محمد المصطفےٰ اے شیخ کیا تو محمد مصطفےٰؐ کو پہچانتا ہے اسنے کہا یقیناً انکو پہچانتا ہوں وہ ہمارے پیغمبرؐ اور شافع روز جزا ہیں اس پر صاحب زادہ نے فرمایا: تو باوجود کہ اس کے ان سے شفاعت کی اُمید رکھتا ہے پھر بھی ان کی اولاد کو قید کر رکھا ہوا ہے۔

مشکور قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ شہزادے میں جانتا نہیں تھا کہ آپ خاندانِ رسالتؐ سے ہیں اپنا نام ونسب بیان کیجئے۔ فقال نحن من عترت مسلم ابن عقیل انہوں نے کہا ہم مسلم ابن عقیلؑ کے بیٹے ہیں اور مدت سے تیری قید میں ہیں۔

لکھا ہے یہ نام سن کر مشکور قدموں میں گر پڑا اور عرض کی بسمہ اللہ قید خانے کا دروازہ کھلا ہے آپؑ دونوں تشریف لے جایئے۔ مگر شہزادو کوفے میں نہ رہنا۔ یہاں کا ذرّہ ذرّہ آپؑ کا دشمن ہے یہ کہہ کر بچوں کو قید سے رہا کردیا۔

صبح کو جب ابن زیاد کو خبر ہوئی کہ زندان کا دروازہ کھلا ہے اور اس میں یتیمانِ مسلمؑ نہیں تو اس نے مشکور کو طلب کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تیرے قیدی کہاں ہیں۔ تیری غفلت سے وہ بھاگ گئے بتا تجھے کیا سزا دی جائے؟ اس مرد حق پرست نے جواب دیا کہ اے ابن زیاد میں نے تیرے قیدیوں سے غفلت نہیں کی بلکہ میں ابتک خدا اور رسولؐ سے غافل تھا کہ اولادِ رسولؐ اور بے باپ کے بچوں کو قید کر رکھا تھا ابن زیاد نے کہا تجھ کو میری ناراضی کا خوف نہیں ہوا؟ اس مردِ جری نے کہا کی ناراضگی اس سے زیادہ اہم ہے تیری خوشی و ناخوشی کی مجھے بالکل پرواہ نہیں اس ملعون نے کہا مشکور تجھے اس بات کا بھی خوف نہ ہوا کہ یزید تجھے اور تیرے گھر بار کو تباہ و برباد کر دے گا؟ قیامت میں خدا اس سے بہتر گھر اور مال اور اجر عطا کر دے گا۔ ابن زیاد نے پوچھا کیا تو علیؑ کا شیعہ اور دوستدار ہے؟ اس مرد دیندار نے کہا اے ابن زیاد خدا مجھے دوستدارانِ علیؑ کے ساتھ محشور فرمائے اور محبت علیؑ میں دنیا سے اُٹھائے۔ وہ تو میرے امام ہیں اور میں ان کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اے دشمنِ ایمان! تو نے فرزند رسولؐ کو قتل کیا۔ انکے ایلچی جناب مسلمؑ کو شہید کیا۔ انکے دو معصوم بچے رہ گئے تھے تو ان کو قید میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے جانا کہ یہ فرزندانِ مسلمؑ ہیں تو چھوڑ دیا۔ یہ سنکر ملعون نے پوچھا وہ بچے کہاں گئے؟ جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔

ابن زیاد نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو تازیانے لگائے جائیں۔ دوستو جب پہلا تازیانہ جسم پر پڑا مشکور نے کہا الحمد للہ یتیموں کے ساتھ غفلت کی سزا دنیا میں مل گئی جب دوسرا تازیانہ لگا تو کہا خدا کا شکر ہے کہ میں گناہوں سے پاک ہوا۔ غرض تازیانوں پر تازیانے پڑتے رہے اور وہ مرد دیندار محبتِ علیؑ کے جوش میں نعرے لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا اور آخر کار وہ شہید ہو گیا۔

محبت علیؑ میں مشکور نے مشکلوں کا سامنا کیا بچوں کو رہا بھی کر دیا لیکن کاش وہ قید

سے رہا کر کے بچوں کو مدینے پہنچا دیتا تو یہ وطن آوارہ یتیم بچے حارث ملعون کے ظلم سے بچ جاتے۔ بچے قید سے تو چھوٹ گئے مگر راہ سے ناواقف پرایا دیس ہر قدم پر دشمنوں کا خوف رات کا اندھیرا کہاں جائیں کس سے پوچھیں؟ رات بھر کوفے کی گلیوں میں پھرتے رہے دوستو! کمسنی کا عالم آٹھ یا نو برس کے سن مصیبتوں کا عالم ہے کوئی دلاسہ دینے والا نہیں صبح کی سپیدی نمودار ہوئی بچے دشمنوں کے خوف سے پھرتے پھرتے نہر کے کنارے آئے اور نہر کے ساتھ درخت کی شاخوں پر پناہ لی۔ اتنے میں ایک کنیز وہاں پانی بھرنے آئی۔ نہر کے پانی میں دونوں بھائیوں کا عکس نظر آ رہا تھا۔ کنیز نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو درخت پر دونوں کو خوفزدہ بیٹھا ہوا دیکھا۔ وہ بچوں کو اپنے ساتھ لیکر اپنی ملکہ کے پاس لے آئی جب اسکو معلوم ہوا کہ جناب مسلمؑ کے فرزند ہیں تو خوش ہو کر ایک حجرے میں فرش بچھا کر مہمان کیا دونوں کا ہاتھ منہ دُھلا کر کھانا کھلایا۔

اے عزادارو مدت کے بعد ان بچوں کو آرام ملا تو دونوں بھائی بغلگیر ہو کر سو گئے۔

رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد مومنہ کا شوہر حارث گھر میں آیا اور کہنے لگا کہ آج قید خانے سے دو لڑکے فرار ہو گئے ہیں انکی تلاش میں سارا دن پھرا تھک گیا پھر بھی ہاتھ نہ لگے۔ یہ سن کر وہ مومنہ چپ رہی کہ کہیں اسکو خبر نہ ہو جائے غرض کہ وہ ملعون کھانا زہر مار کر کے سو گیا۔

عزادارو بڑے بھائی محمد نے خواب دیکھ کر چھوٹے بھائی ابراہیم کو جگایا اور کہا بھیا کیا سوتے ہو؟ موت ہمارے سر پر آ گئی ہے ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ دادا رسول خداؐ اور علی مرتضیٰؑ بابا سے کہتے ہیں کہ اے مسلمؑ تم اکیلے چلے آئے اور اپنے بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا؟ یہ سن کر بابا نے جواب دیا کہ آج کی رات وہ بھی آ جائیں گے ہمارے پاس۔

جناب ابراہیمؑ نے بھائی کا خواب سن کر کہا: بھیا میں نے بھی یہی خواب دیکھا

ہے دونوں بھائی آپس میں باتیں کرتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ بچوں کی یہ آوازیں حارث کے کان میں پہنچیں وہ چونک کر حجرے میں آیا دیکھا کہ دونوں بھائی بغلگیر ہو کر لیٹے ہیں اس شقی نے پوچھا کہ تم کون ہو محمدؑ نے عاجزی سے جواب دیا کہ اے شیخ! ہم تیرے مہمان ہیں اس نے بازو پکڑ کر کھینچا اور کہا: سچ بتاؤ تم کون ہو؟ محمدؑ نے روتے ہوئے کہا کہ کیا تو ہمیں امان دیدے گا؟ اسنے کہا کہ ہاں امان دونگا اس پر محمدؑ نے کہا ہم غریب الوطن مسلمؑ کے غریب الوطن یتیم ہیں تیرے نبیؐ کی آلؑ ہیں عزادارو یہ سننا تھا کہ وہ ملعون غصے سے کانپنے لگا۔ اور بچوں پر عجب ظلم کیا اس زور سے طمانچے مارے کہ رخسار نیلے ہو گئے اور دونوں زمین پر گر پڑے پھر دونوں کو رسی سے جکڑ کر ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ ساری رات بچوں نے سخت مصیبت میں گزاری۔

صبح ہوئی تو دونوں کو گھسیٹتا ہوا گھر سے نکلا اور دریا پر پہنچ کر غلام سے کہا انہیں قتل کر مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر بیٹے سے کہا تو اسنے بھی انکار کیا تو وہ شقی خود قتل پر آمادہ ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں بچوں نے اسکی عورت سے کہا کہ اس مصیبت میں ہمارا کوئی نہیں ہم کو اس سے چھڑاؤ۔ وہ مومنہ ہر طرح سے حارث کو سمجھاتی اور بار بار پاؤں پر گرتی تھی اس ملعون نے بی بی کی بھی ایک نہ سنی اور اسکو تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر پڑی جب بچوں نے یہ حالت دیکھی تو صورتوں پر مایوسی چھا گئی۔ موت کی تصویر آنکھوں میں پھرنے لگی ڈرتے ڈرتے کہنے لگے اے حارث تجھکو ہمارے قتل سے کیا فائدہ ہو گا؟ اس ملعون نے کہا انعام ملے گا۔

اولاد والو بچے قاتل سے کیسی حجت تمام کرتے ہیں کہ! اے حارث اگر تجھے مالِ دنیا کی خواہش ہے تو ہماری زلفیں کاٹ کر ہمیں بیچ ڈال تجھکو قیمت بہت مل جائے گی مگر وہ شقی راضی نہ ہوا۔ پھر بچوں نے کہا اگر تجھے ابن زیاد کی خوشی منظور ہے تو ہمیں زندہ اسکے پاس لے چل مگر اسنے انکار کر دیا۔ بچوں نے کہا ہماری کمسنی پر تو رحم کر۔ شقی

نے کہا تمہارے لئے میرے دل میں رحم نہیں آخر میں شہزادوں نے کہا کہ اتنی مہلت دے کہ ہم نماز ادا کرلیں؟

عزادارو یہ ان عبادت گزار ہادیوں کی یادگار ہے جو دنیا میں اسی لئے پیدا ہوئے تھے آخر وقت بچے اپنے بزرگوں کی تعلیم کا اثر دکھلا رہے تھے۔ معلوم نہیں یہ نماز صبح کا فریضہ تھا یا دنیا کو ہدائت کرنی منظور تھی کہ اگر تلوار سر پر ہو تو بھی نماز فراموش نہ کرنا۔ بچوں کو وضو کا موقع ملا یا کربلا والوں کی طرح تیمّم سے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد ننھے ننھے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا یا حی یا قیوم یا احکم الحاکمین احکم بیننا وبینکم اے احکم الحاکمین ہمارے اور قاتل کے درمیان انصاف کرنا اس مجلس میں صاحب اولاد بھی موجود ہیں ذرّا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ مسلمؑ کے بچوں کی کیا حالت ہوئی ہوگی سر پر موت کھڑی تھی یتیمانِ مسلمؑ کیلئے اتنی ہی زندگی تھی جتنے وقت میں نماز قائم ہوئی نماز کے ختم ہوتے ہی قاتل کی تلوار بلند ہوئی بڑا چھوٹے کو بچاتا تھا چھوٹا بڑے کی حفاظت چاہتا تھا کہ قاتل کی تیغ ظلم بڑے پر چل گئی اور سر کٹ کر سجدہ شکر میں زمین پر پہنچا۔ چھوٹے بھائی کی قسمت میں تھا کہ بڑے بھائی کے خون میں لت پت تڑپتا دیکھے شقی نے رونے بھی نہ دیا اور لاش دریا میں ڈال دی۔ دریا میں بڑے بھائی کی لاش چھوٹے بھائی کے انتظار میں پانی پر قائم رہی۔ مسلمؑ کے یتیموں کے جنازے اُٹھانے والا کوئی نہ تھا مگر پانی کی موجیں بیکس کی لاش کو اپنے دوش پر اُٹھائے ہوئے تھیں اتنے میں حارث ملعون کی تلوار چھوٹے بھائی پر پڑی سر جدا ہوگیا سر کو لے لیا اور لاش کو دریا میں ڈال دیا۔

چھوٹے بھائی کی لاش دریا میں آئی بڑے بھائی کی لاش نے استقبال کیا۔ ہماری جانیں قربان ہوں بچپن سے ساتھ رہے، ساتھ کھیلتے، قید خانے میں بھی ساتھ رہے

اور شہید بھی ساتھ ہوئے۔

مجلس (۱۰)

حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی اور ورد کربلا

وقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم:

اکرم الضّیف و لو کان کافرا (حدیث)

(تاجدارِ دو عالم فرماتے ہیں: مہمان کا احترام کرو اگر چہ کافر کیوں نہ ہو)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں مہمان کا خاص مرتبہ ہے خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جسکے ہاں کوئی بندۂ خدا آ کر مہمان ہو اور اپنا رزق اسکے دستر خوان پر بیٹھ کر کھائے۔

عرب اتنے بڑے مہمان نواز تھے کہ جب انکے یہاں کوئی مہمان آ جاتا تو سارے گھر میں عید ہو جاتی اور گھر کے سب چھوٹے بڑے اسکی خدمت کرنا اپنی سعادت جانتے تھے وہ پہاڑوں پر آگ روشن کرتے تھے کہ بھولا ہوا مسافر ہماری آبادی کا پتہ لگا کر ہمارے ہاں مہمان ہو جو شخص انکے ہاں مہمان ہوتا تھا وہ اسکی جان و مال و آبرو کی ایسی حفاظت کرتے کہ اپنی جان موقعہ پر دے دیتے مگر مہمان پر آنچ نہ آنے دیتے تھے۔

جناب ابراہیمؑ اس درجہ مہمان نواز تھے کہ جب کوئی مہمان نہ آتا تو آپؑ کھانا نہ کھاتے تھے۔ آپؑ کا دستور تھا کہ روز سرراہ جا کر کھڑے ہو جاتے اور ادھر سے گزرنے والے لوگوں سے اپنے گھر مہمان ہونے کی درخواست کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ دو دن تک کوئی شخص آپکے ہاں مہمان نہ ہوا اور آپؑ برابر اسکے انتظار میں بھوکے رہے تیسرے دن پھر آپؑ مہمان کی تلاش میں نکلے اتفاقاً ایک شخص

اس طرف سے گزرا آپؑ نے نہایت لجاجت سے فرمایا: اے شخص! میرا دل چاہتا ہے کہ تجھکو اپنا مہمان بناؤں کیا یہ ممکن ہے کہ تو میری اس آرزو کو پورا کردے؟ وہ شخص حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا حال سن چکا تھا اس بات کے سنتے ہی خوش ہو گیا اور انکے ساتھ ساتھ چلنے لگا جناب خلیل اللہؑ بڑے احترام سے اسے لیکر اپنے گھر آئے اپنے غلاموں کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔

جب سب کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو جناب ابراہیمؑ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کھانا شروع کیا لیکن مہمان کی زبان سے یہ کلمات نہ سنے گئے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے شخص! کیا یہ شرط مروت وانسانیت نہیں کہ جب تو کھائے تو روزی دینے والے کے نام سے آغاز کرے؟ اس نے کہا میرے مذہب میں یہ کہنا درست نہیں ہے پوچھا اے شخص تو کس دین کا پیرو ہے؟ اس نے کہا میں آتش پرست ہوں یہ سن کر جناب ابراہیمؑ اسکو دشمن خدا سمجھے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ اپنے گھر سے نکلوا دیا اس شخص کا گھر سے نکلنا تھا کہ جناب خلیلؑ پر وحی ہوئی کہ کیوں اے ابراہیم مہمان کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا ہے؟ اے ابراہیم اگر وہ دشمن تھا تو میرا یا تمہارا؟ باوجود وہ مجھے خدا نہیں مانتا تھا مگر میں نے آج تک اپنی نعمتوں کو اس پر بند نہیں کیا میں نے اس کو پیدا کیا ہے اور ہر قسم کی آسائشیں دی ہیں مگر وہ بجائے میرے آگ کو سجدہ کرتا ہے تاہم میری رحمت نے گوارا نہ کیا کہ اس کو روزی سے محروم رکھوں۔ اے خلیل تم نے نہ اسے پیدا کیا ہے، نہ تم اسکے روزی رساں ہو، نہ اس کے معبود پھر بھی تم کو اس پر اسقدر غصہ آیا اے ابراہیم وہ اپنی روزی تمہارے دستر خوان پر کھانا چاہتا تھا تم نے اتنی بات بھی منظور نہ کی اگر تمہاری طرح ہم بھی اپنے بندوں کو اسی طرح ذلت کے ساتھ اپنے دستر خوانِ کرم سے اُٹھا دیں تو بتاؤ پھر ان کو روزی دینے والا کون ہے؟ اے خلیل تم نے یہ امر ہماری مرضی کے مطابق نہ کیا اگر تم ہم کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو ابھی جاؤ اور

جسطرح ہو سکے اسکو راضی کرو اس وحی الٰہی سے حضرت ابراہیمؑ کانپنے لگے اسی وقت دوڑے ہوئے اس شخص کے پیچھے گئے انتہائی منت سماجت کے بعد اسکو راضی کر کے واپس لائے حضرات سنا آپ نے کہ مہمان کا کیا مرتبہ ہے؟ اسلام نے مہمان نوازی کی بڑی تاکید کی ہے۔ اہلبیتؑ کی تو یہ عادت تھی کہ جب کوئی مہمان آتا تو خود فاقے کرنے کو تیار ہو جاتے تھے لیکن مہمان کو فاقے سے سلانا گوارا نہ کرتے تھے۔ جب مہمان واپس ہونے لگتا تو جو کچھ ممکن ہوتا بطور ہدیہ اسکی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

حضرت رسول خداؐ کی نظر میں مہمان نوازی کی بڑی قدر و منزلت تھی کہ ایک جنگ کے بعد کچھ قیدی آپؐ کے سامنے آئے اس میں عرب کے مشہور و معروف سخی اور مہمان نواز حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جب حضرتؐ کے سامنے اسکا نام لیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اسکا باپ بڑا سخی اور مہمان نواز تھا مجھے شرم آتی ہے کہ ایسے مہمان نواز کی بیٹی کو اپنے سامنے قیدی کی صورت میں کھڑا رکھوں!

عزادارو! جس گھر سے مہمان نوازی کا سبق ملتا ہے اسی گھرانے والوں کے ساتھ دنیا والوں نے کیسا سلوک کیا؟ کیسی مہمان نوازی کی تین روز تک پانی بند کیا تیروں اور تلواروں سے مہمان نوازی کی امام حسینؑ بغیر بلائے ہوئے نہیں گئے تھے سینکڑوں خطوط مدینے میں امام علیہ السلام کو لکھے گئے تھے کہ مولاؑ ہماری ہدایت کیلئے تشریف لایئے امام علیہ السلام ۲۸ رجب کو مدینے سے مکہ معظمہ کیلئے روانہ ہوئے وہاں پر آپؑ ماہِ رمضان، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کی ۸ تک رہے۔ مگر برابر یہ خوف رہا کہ دشمنِ خدا خانۂ خدا میں شہید نہ کر دیں۔

یزید کو جب معلوم ہوا کہ فرزند رسولؐ مدینے سے مکے گئے ہیں تو اس نے تیس آدمیوں کو حاجیوں کے لباس میں بھیجا کہ حج کے دوران جب بھی موقعہ ملے حسین کو قتل کر دیں۔ جب فرزند رسولؐ کو اسکا علم ہوا تو آپؑ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں کعبے میں

خونریزی سے حرمتِ کعبہ برباد نہ ہو۔

ان حالات کے پیش نظر آپؑ نے ۸ ذی الحجہ کو حج کو عمرہ سے بدل کر عراق کی طرف سفر اختیار کیا۔ جب آپکا قافلہ منزل شراف سے آگے بڑھا تو آپؑ کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے با آواز بلند تکبیر کہی۔ حضرتؑ نے پوچھا اس وقت تمہارے تکبیر کہنے کا کیا سبب ہے مجھے دور سے خرمے کے درخت نظر آرہے ہیں جس سے میں سمجھتا ہوں کہ پانی ہم سے قریب ہے۔ اب ہم اپنی مشکوں کو بھر لیں گے یہ سن کر حضرتؑ نے بعض اصحاب سے کہا اس مقام پر ہم نے کبھی خرمے کے درخت نہیں دیکھے حضرتؑ نے فرمایا کہ: تم کو کیا محسوس ہوتا ہے انہوں بغور نگاہ کی تو کہا ہم کو تو نیزوں کی نوکیں اور گھوڑے نظر آتے ہیں یقیناً کوئی لشکر ادھر آرہا ہے حضرتؑ نے فرمایا: مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے اگر کوئی مقام یہاں پناہ کامل جاتا تو ہم اپنی پشت اس طرف رکھتے اور سامنے سے دشمن کا مقابلہ کرتے اصحاب میں سے ایک نے کہا آپؑ بائیں طرف چلیں وہاں انصار کا ایک قبیلہ رہتا ہے اول تو وہ محفوظ ہے دوسرے وہ لوگ ہماری مدد بھی کریں گے۔

حضرتؑ کو یہ رائے پسند آئی اور آپکا قافلہ اسی طرف روانہ ہوا۔ جب آپؑ وہاں پہنچے تو آپؑ نے فرمایا کہ: خیمے ایستادہ کر کے اہل حرم کو ان میں اتارا جائے دوپہر کا وقت تھا سخت دھوپ بھی پڑ رہی تھی ایسے میں وہ لشکر حرابن یزید ریاحی کی سرداری میں پہونچ گیا یہ سب ایک ہزار کی تعداد میں تھے یہ ساری فوج شدت تشنگی سے جان بلب تھے گھوڑوں تک کی زبانیں نکلی ہوئی تھیں ساقی کوثر کے لالؑ کا دل تڑپ گیا فرمایا: سب سپاہیوں اور حیوانوں کو سیراب کرو۔ کسی نے عرض کی کہ یابن رسول اللہؐ پہلے تو یہ لوگ اپنے دشمن ہیں دوسرے اگر ہم نے سب پانی پلا دیا تو پھر ہم کیا پئینگے؟ ہمارے ساتھ عورتیں اور ننھے ننھے بچے ہیں یہ سب بغیر پانی کے کیسے رہ سکیں گے یہاں کہیں

بھی ہم کو پانی نظر نہیں آتا واہ رے رحیم و کریم ! دنیا انکی سخاوت پر قربان ہو جائے ساقی کوثر کے لالؑ نے جواب دیا کچھ بھی ہو مگر مجھ سے ان لوگوں کی پیاس دیکھی نہیں جاتی مولاؑ کے حکم پر جوانان بنی ہاشم نے پانی کے مشکیزے اُٹھالیے اور سارے لشکر کو سیراب کیا پھر حیوانوں تک کو سیراب کیا مولاؑ نے خود بھی پیاسوں کو پانی پلایا حسینؑ اپنے عمل سے یہ خاموش پیغام دے رہے تھے کہ میں جب پیاسے علی اصغر کو تمہارے سامنے لاؤں تو اس کی پیاس کا خیال کرنا۔

عزادارو! تمہاری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہونگے مگر یہ آنسو پانی کے قطرے نہیں بلکہ یہ در بے بہا ہیں انکی قیمت آپ کو قیامت میں معلوم ہوگی۔

محرک القلوب میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن فرشتہ ہائے عذاب ایک شخص کو جسکا نامۂ اعمال نیکیوں سے خالی ہوگا پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جا رہے ہونگے اتنے میں ایک منادی ندا کرے گا اے ملائکہ ٹھہر جاؤ اس مرد گنہگار کی ایک امانت ہمارے پاس ہے پس وہ ملائکہ ٹھہر جائیں گے اس شخص کو ایک ایسا درخشاں موتی عطا کیا جائے گا جسکے نور سے تمام محشر روشن ہو جائے گا۔ وہ اس موتی کو دیکھ کر کمال تعجب سے بارگاہ احدیث میں عرض کریگا کہ خداوندہ مجھے تو اس امانت کا کوئی علم نہیں ارشاد ہوگا: اے شخص یہ در بے بہا ایک قطرۂ اشک ہے جو ایک مرتبہ تیری آنکھ سے مصائب حسینؑ پر بہا تھا اب تو اس موتی کو سب انبیاءؑ و اوصیاء کے پاس لے جا اور ہر ایک سے اسکی قیمت دریافت کر پس وہ شخص تمام انبیاءؑ و اوصیاء حتیٰ کے جناب خاتم النبینؐ اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اسکی قیمت دریافت کرے گا کوئی اسکی قیمت نہ بتا سکے گا یہاں تک کہ وہ مرد مومن خدمت باسعادت امام حسینؑ میں وہ موتی لئے حاضر ہوگا جناب سید الشہداؑ اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں گے اور اس شخص کو گلے لگالیں گے اور عرش الٰہی تھام کر جناب

باری میں عرض کریں گے بارالٰہا یہ موتی ایک قطرۂ اشک ہے جو اس مومن کی آنکھ سے مجھ مظلوم کی مصیبت میں جاری ہوا تھا اس کی یہ قیمت ہے کہ اس شخص کو آتش جہنم سے آزاد کرا اور اپنے فضل و کرم سے اسے میرے ساتھ بہشت میں پہنچا دے ارشاد قدرت ہوگا اے حسین ہم نے اسکے تمام گناہ معاف کئے بلکہ اسکے ماں باپ کو بھی بخش دیا اور تمہارے ساتھ تمہارے درجہ میں اسے جگہ دی سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے ان آنسوؤں کا جو آپ حضرات اس وقت مصائب سید الشہداؑ میں اپنی آنکھوں سے بہا رہے ہیں۔

عزادارو! ساقی کوثر کے لالؑ نے دشمن کے لشکر کی پیاس بجھائی آپؑ نے فرمایا: کہ ایھا الناس اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو اور اہل حق کو پہچانو تو خدا تعالیٰ تم سے راضی ہوگا اے لوگو! اگر تم کو میرا اس طرح آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا حر نے کہا قسم بخدا جو آپ فرماتے ہیں میں ان باتوں سے بے خبر ہوں مجھے نہ خطوط روانہ کرنے کی اطلاع ہے نہ قاصد بھیجنے کی حضرتؑ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا: کہ ذرا وہ خطوط لے آؤ جو اہل کوفہ نے بھیجے ہیں آپؑ نے وہ خطوط حُر کو دکھائے حُر نے کہا کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں جنہوں نے آپ کے پاس یہ خطوط بھیجے ہیں میں امیر کوفہ ابن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوں کہ آپ کا ساتھ اس وقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ کو ابن زیاد کے سامنے پیش نہ کردوں حضرتؑ نے فرمایا: اے حُر! تیری موت بنسبت تیرے ارادے کہ تجھ سے زیادہ قریب حضرتؑ یہاں سے آگے بڑھے حُر نے آگے بڑھکر راستہ روکا حضرتؑ نے غضبناک ہوکر حُر سے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کیا ارادہ رکھتا ہے؟ حُر نے کہا یا بن رسول اللہؐ اگر آپ کے علاوہ کوئی یہ کلمہ کہتا تو میں بھی اسکی ماں کا ذکر اسی طرح کرتا لیکن آپکی والدہ ماجدہ کے متعلق میں سوائے ذکر خیر کے اور کیا کرسکتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا: آخر تیرا ارادہ کیا

ہے؟ اس نے کہا میرا ارادہ یہ ہے کہ آپؑ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں فرمایا میں ہرگز تیرا کہنا نہ مانوں گا۔ حُرّ نے کہا میں بھی آپ کو نہ چھوڑونگا۔ مجھے پسر سعد نے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف کوفے تک لانے کا حکم دیا ہے۔ آپؑ کو کوفے جانے سے انکار ہے تو ایسی راہ اختیار کریں جو نہ کوفے جاتی ہو اور نہ مدینے۔ الغرض آپ وہاں سے بائیں طرف کو روانہ ہوئے۔

عزادارو! مسافر کربلا منزلیں طے کرتے ہوئے اس زمین پہ پہنچ گئے جہاں کا وعدہ تھا وہ ماہِ محرم کی دوسری تاریخ تھی حضرتؑ کا گھوڑا چلتے چلتے رک گیا آپؑ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے اس نے بھی قدم نہ بڑھایا۔ مولاؑ نے سات گھوڑے تبدیل کئے مگر کسی نے قدم آگے نہ بڑھایا۔

اس وقت آپؑ نے تعجب سے پوچھا ما یقال لھذہ الارض اس زمین کا نام کیا ہے ان لوگوں نے عرض کی نام سے کیا کام ہے؟ آپ اس منحوس زمین سے نکل جائیے حضرتؑ نے فرمایا: تم کو خدا کی اور میرے ناناؐ کی قسم مجھے اس زمین کا نام جلد بتاؤ ان لوگوں نے کہا مولاؑ اس کو نینوا کہتے ہیں ھل لھا اسم الاخر اسے شط فرات کہتے ہیں مولاؑ نے پوچھا اسکا کوئی اور نام بھی مولا یقال لھا کربلا عزادارو! کرب وبلا کا نام سنتے ہی آپؑ نے آہ سرد بھری اور گھوڑے سے اُتر پڑے اور فرمایا: جسکی خبر میرے ناناؐ نے دی تھی اس زمین پر آپہنچا۔ اب میرا سفر تمام ہوا۔ اب یہاں سے حسین قیامت تک کہیں نہیں جائے گا یہ وہ زمین ہے کہ میرے عزیز وانصار مثل گوسفند ذبح ہونگے ہمارے بچوں کا خون بہے گا اور ہماری عورتیں اسیر ہونگی۔

اسکے بعد آپؑ نے زمینداروں کو بلایا اور فرمایا: مجھے اس زمین کی آب وہوا پسند آئی ہے اگر تم یہ زمین ہمیں دیدو تو ہم اس زمین کو بسائیں گے انہوں نے کہا یابن رسولؐ ہم اور زمین بھی حاضر ہے مگر اس زمین پر اکثر انبیاءؑ واولیاء بلا میں گرفتار ہوئے

ہیں ایسا نہ ہو کہ آپؑ کسی بلا میں مبتلا ہو جائیں حضرتؑ نے فرمایا: جو کچھ تمہارے کہنے کا حق تھا وہ تم نے ادا کر دیا مگر میں مجبور ہوں جب سے خداوند عالم نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اسی روز سے اس زمین کو میرے لئے قرار دیا جا چکا ہے غرض آپؑ نے ۷ ہزار درہم میں زمین خرید فرمائیں اور پھر اسکو زمینداروں کو ہبہ کر دیا اور فرمایا کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ چند قبریں ہم بیکسوں اور پردیسیوں کی بنیں گی اس زمین کو چھوڑ کر باقی زمین میں کھیتی کرنا میری تم سے دو شرطیں ہیں اول یہ کہ جو زوار میری قبر کا نشان پوچھتا ہوا آئے اسکو میری قبر تک پہنچا دینا اور اس سے اچھی طرح پیش آنا کیوں کہ لوگ دور دور سے سفر کی تکلیفیں اُٹھا کر ہماری زیارت کو آئیں گے اور بہت سے یہاں کی مجاورت اختیار کریں گے مرنے کے بعد بھی میرے جوار کو نہ چھوڑیں گے دوسری شرط یہ ہے کہ میرے زوار کو ۳ شب و روز اپنا مہمان رکھنا انکے آرام کا خیال رکھنا کہ انکی ایذا نہ ہو۔

مولاؑ نے قبروں کی زمین تو لے لی مگر خیال آیا ہو گا اے حسین قبروں کی زمین تو لے لی مگر دفن کون کرے گا؟ کچھ دن بعد بنی اسد کو بلایا جب وہ سب آ گئے تو فرمایا: بھائی عباس! مردوں، عورتوں اور بچوں کو الگ الگ بٹھاؤ مردوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے بھائیو ہم اس زمین پر قتل کیے جائیں گے اور ہماری لاشیں بے گور و کفن پڑی رہیں گی جب لشکر چلا جائے تو آ کر ہمیں دفن کر دینا۔ پھر عورتوں سے فرمایا: بہنو! میں جسطرح ان کا مہمان ہوں اسی طرح تمہارا بھی مہمان ہوں اگر تمہارے مرد عمر سعد کے خوف سے دفن نہ کریں تو تم انہیں غیرت دلا کر ہمیں دفن کروا دینا۔ عزادارانِ حسین مولاؑ کی عجب مظلومی ہے اب مولاؑ نے بچوں کی طرف دیکھا اور پاس بلا کر کہا بچو! حسین تم سے بھی ایک آرزو رکھتا ہے بچو حسین غریب ہے اگر تمہارے ماں باپ حکومت کے خوف کی وجہ سے ہم کو دفن کرنے نہ آئیں تو پہلے تو تم انہیں آمادہ کرنا اگر

یہ نہ مانیں تو تم کھیلتے کھیلتے ایک ایک مٹھی خاک ہماری لاشوں پر ڈالنا کہ ہمارے لاشے زیرِ خاک آ جائیں۔

مجلس نمبر (۱۱)

جناب امام حسن عسکریؑ اور بہلول کے درمیان گفتگو اور جناب حرؑ کی شہادت

وقال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

افحسبتم انّما خلقنٰکم عبثا وّ انّکم الینالا ترجعون ہ

مومنین یہ جس آیہ مبارک کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی وہ آیت ظاہری نگاہ میں بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر کس قدر نصیحتیں پوشیدہ ہیں اس آیت میں خلاق عالم نے فرمایا ہے: اے انسان ہم نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ عزیزان ملت انسان کی زندگی کا ایک ایک سیکنڈ کس قدر قیمتی ہے وہ سوچنا چاہئے کہ دنیا میں کوئی ہمیشہ رہا ہے نہ رہے گا بلکہ ایک روز اسی مالک کے سامنے ہر ایک انسان کو جانا ہے۔

کلام مجید کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم نے کھانے پینے اور عیش و آرام کیلئے پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی عبادت کیلئے انسان اور جنات کو پیدا کیا ہے جیسا کہ خلاق عالم فرماتا ہے کہ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر اپنی عبادت کے لئے" واقعی انسان کو کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ ہمارے گیارہویں امام حسن عسکریؑ ایک مقام پر کھڑے تھے بچپن کا عالم تھا کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے اور آپ رو رہے تھے۔ بہلول دانا نے گزرتے ہوئے آپؑ کو روتے ہوئے دیکھا تو رک گئے اور پوچھنے لگے کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپؑ کو بھی کھیلنے کے لئے کھلونے لا دوں؟ ہمارے ماں باپ ایسے بزرگ امامؑ پر فدا ہو جائیں۔ کیسا بہترین جواب دیا' آپؑ نے فرمایا کہ: اے کم عقل! تو نہیں جانتا کہ کھیلنے کیلئے ہم پیدا

نہیں ہوئے ہیں ۔ یہ بہلول وہی شخص ہے جس نے دنیا سے دیوانگی میں دانائی کا خطاب حاصل کیا مگر ایک معصوم بچے کا یہ جواب سنکر حیرت میں پڑ گیا۔ پوچھا پھر آپ کسلیئے پیدا کیئے گئے ہیں؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنے اور عبادت بجا لانے کیلیئے بہلول دانا نے کہا صاحب زادے کوئی دلیل بھی رکھتے ہو؟ فرمایا: قرآن میں تم نے پڑھا ہوگا:

افحسبتم انّما خلقنکم عبثا وّ انّکم الینا لا ترجعون

بہلول یہ سن کر حیرت میں ڈوب گئے ۔عرض کی مولاؑ اور نصیحت فرمایئے آپؑ نے چند اشعار مذمت دنیا میں فرمائے ۔مگر خوف سے اس قدر کانپنے لگے کہ آپؑ کے اوپر غشی طاری ہوگئی تھی ۔جب کچھ افاقہ ہوا تو پوچھا مولاؑ آپکی کیا حالت ہوگئی تھی؟ آپ کو گناہ سے کیا تعلق؟ اس قدر خائف ہونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: بہلول! تم نے میرے دل کی حالت کا اندازہ نہیں کر سکتے ۔میں نے اپنی مادرِ گرامی کو دیکھا ہے کہ جب وہ کھانا پکانے کیلیئے آگ روشن کرتی ہیں تو چھوٹی بڑی سب لکڑیاں رکھ دیتی ہیں ۔میں نے دیکھا ہے کہ چھوٹی لکڑیاں پہلے جل جاتی ہیں اندیشہ ہے کہ جہنم کی آگ روشن کرنے کیلیئے چھوٹی بڑی لکڑیوں کی ضرورت ہوگی ۔انمیں ہمارا شمار نہ ہو۔ یہ سن کر بہلول دانا دم بخود ہو گئے اور آپؑ کی پیشانی اور ہاتھوں پر بوسے دے کر چلے گئے۔

عزیزانِ ملت! دنیا میں انسان اطاعت الٰہی کیلیئے پیدا ہوا ہے ۔انسان کو جہنم سے بچنے کیلیئے ہر وقت سوچنا چاہیئے ۔خوش نصیب ہے وہ ہمارا شہید کہ جس نے آخری وقت سوچا اور حقیقت میں حُرؑ ہو گیا۔ آپ سمجھ گئے ہونگے کہ میرا اشارہ کس کی طرف ہے ۔وہ شہید راہ خدا جسکے سر پر سیدہؑ کے لالؑ نے رومال باندھا تھا۔ اس کے کھولنے پر کیا حشر ہوا میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں ۔شاہ اسمٰعیل کا چارج سے فارغ ہو کر زمین

کربلا کی طرف گیا۔اس وقت اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ یہ مشہور ہے کہ شہید راہ خدا کے جسم کی حفاظت خود زمین کرتی ہے۔اور حسینؑ سے بڑھ کر کون شہید ہے انکے جسم کی حفاظت تو زمین نے بدرجہ اولیٰ کی ہوگی۔میں آج حسینؑ کی قبر کھود کر دیکھوں گا تا کہ میرا ایمان اس پر پکا ہو جائے۔یہ سن کر وزیر کا دل لرزنے لگا آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔جو ظلم مظلوم غریب پر ہو گئے تھے وہ سب یاد آئے حسینؑ کی خدمت میں وزیر عرض کرر ہا تھا کہ مولا میری زندگی میں یہ وقت نہ آئے کہ آپؐ کی قبر مبارک کھودی جائے۔بعد میں وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کو شہید کا مرتبہ ہی دیکھنا ہے تو جناب حُر کی قبر کو کھود کر دیکھ لیجئے۔اس پر مزدوروں کو حکم دیا کہ جناب حُر کی قبر کھودی جائے۔قبر جب کھود گئی تو بادشاہ نے دیکھا کہ لاش ایسی ہو رہی تھی جیسے ابھی دفن کی گئی ہو بدن تیروں سے چھدا ہوا سر پر رومال بندھا ہوا۔اس کے اوپر خون کے دھبے۔وزیر یہ دیکھ کر تڑپ گیا اور کہنے لگا کہ اے بادشاہ یہ وہ رومال ہے جس کا سوت سیدہؑ نے خود کاتا۔اور دنیا سے جاتے وقت اپنی گود کے پالے امام حسینؑ کو دیا تھا۔وہ امام حسینؑ نے عاشور کے دن اپنے مہمان شہید کے زخم پر باندھا تھا۔بادشاہ نے اس رومال کو متبرک سمجھ کر لینے کے لئے خود قبر میں اترا اور آہستہ سے قدم حُر پر بوسہ دیا اور خاک ہٹا کر رومال کی گراہ کھول کر رومال ہاتھ میں لے لیا۔جیسے ہی رومال زخم پر سے ہٹا عاشور کا رُکا ہوا خون بہنے لگا۔قبر میں چاروں طرف خون پھیل گیا۔جب وزیر نے یہ حال دیکھا تو آواز دے کر کہا اے بادشاہ رومال جلد زخم پر باندھ دے ورنہ زمین خون میں غرق ہو جائے گی اس پر بادشاہ نے یہ کہتے ہوئے رومال باندھ دیا کہ یا حُر! آپ یہ رومال دینا نہیں چاہتے۔

عزادارو! جناب حُر کی لاش دیکھ کر بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ شہید راہ خدا کی لاش اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے۔مگر میں تو اس سلسلے میں ارشاد قرآنی یاد دلاؤں گا۔

ولا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربّھم یرزقون

جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں اور پروردگار سے رزق پاتے ہیں۔ خدا نے حسینؑ کی رفاقت میں حُرؑ کو کیسی عزت دی کہ سیدہؑ کے ہاتھ کا بنا ہوا رومال مولا حسینؑ کے دست مبارک سے ملا۔ یہ شہادت کا فیض ہے۔ کہ جہاں کے تاجداران کی قدم بوسی کو سعادت سمجھتے ہیں ظاہر ہے جو رومال مولاؑ کے استعمال میں تھا اس میں امام عالی مقام کا پسینہ جذب ہوا ہوگا کون حسینؑ جس کے لئے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: حسین منی و انا من الحسین حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ میں عرض کروں گا کہ وہ پسینہ حسینؑ کا تھا یا رسولؐ کا تھا۔ اے حرؑ کتنے خوش نصیب ہو تم کہ خدا نے تم کو یہ عزت عطا فرمائی۔

عزادارو! یہ عزت جناب حُرؑ کو کیوں حاصل ہوئی؟ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ شب جب خیام حسینی میں العطش العطش کا شور بلند ہو رہا تھا تو حُر اپنے خیمے کے سامنے کیسی پریشانی میں ٹہل رہے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنے خیمے سے دور نکل گئے۔ العطش العطش کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں۔ مدینے سے معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ حُرؑ یہ سن کر رونے لگے اور سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ آہ اولادِ رسولؐ کی اس تکلیف کا باعث میں ہوں میرا کلیجہ ان بچوں کی فریاد سے پھٹ رہا ہے۔ جی میں آتا ہے کہ سینے میں خنجر مار کر مر جاؤں۔ اولاد رسولؐ اس طرح پیاس سے تڑپے اور ہم خیموں میں سوتے رہیں۔

بھائی نے کہا پھر کیا ارادہ ہے؟ حُرؑ نے کہا کہ عذابِ الٰہی سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ خود کو کریم آقاؑ کے قدموں میں ڈال کر معافی کا طلبگار رہوں۔ وہ ضرور معاف کر دیں گے اور پھر ان کی نصرت میں جان دے کر سرخرو ہو جاؤں۔ بھائی نے کہا جزاک اللہ اس وقت تم نے وہ بات کی جو میرے دل میں بھی تھی۔ حُرؑ نے کہا

پھر دیر کس بات کی؟

خیمے میں چل کر زین کسی اور فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ جناب حُرؑ اپنے خیمے میں گئے جب انکے بیٹے اور غلام کو اس ارادے کا پتہ چلا وہ بھی تیار ہو گئے۔ چاروں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر امامؑ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ امام حسینؑ نے اپنے بھیا عباسؑ سے فرمایا ہمارا مہمان حُرؑ آرہا ہے اسکے استقبال کو جاؤ۔ یہ حکم امامؑ سن کر حضرت عباسؑ گھوڑا بڑھا کر اس طرف روانہ ہوئے۔ جب حُرؑ نے حضرت عباسؑ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو گھوڑے سے کود پڑے اور عرض کرنے لگے یا ابوالفضل العباسؑ میں امامؑ کی خدمت میں معافی چاہنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپؑ میری سفارش فرمایئے میں نادم ہوں۔

الغرض حُرؑ امام علیہ السلام کے قدموں میں گر گئے۔ رو رو کر کہتے جاتے تھے یا ابن رسول اللہؐ کیا میری خطائیں معاف ہو سکتی ہیں۔ امام حسینؑ نے حُرؑ کو اٹھا کر سینے سے لگالیا اور کہا میں نے معاف کیا! میرے ناناؐ اور خدا نے معاف کیا۔ حُرؑ نے خوش ہو کر کہا کہ مولاؑ مجھے اذن جنگ مرحمت فرمایئے۔ آپؑ نے فرمایا: اے حُرؑ! تو ہمارا مہمان ہے مگر افسوس کہ ایسے وقت میں مہمان ہوا ہے کہ تیری کچھ خاطر نہیں کر سکتے۔ حُرؑ نے کہا مولاؑ مجھے شرمندہ نہ کیجئے میں ہی ان مصائب کا سبب بنا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ آپؑ کی نصرت میں جان بھی سب سے پہلے میں ہی دوں امامؑ سے اجازت لیکر حُرؑ میدان میں آئے اور کہنے لگے کہ اے اہل کوفہ وشام کس قدر شرم کی بات ہے کہ تم آلِ رسولؐ کے دشمن بنے ہوئے ہو انکے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں اور تمہیں احساس تک نہیں تم اہلبیتؑ رسولؐ کی یہ مہمانی کر رہے ہو تم ہی نے خط لکھ کر ان کو بلایا اور اب انکے قتل پر آمادہ ہو حُرؑ نے کافی طویل تقریر کی مگر اسکا جواب تیر بارانی سے دیا گیا جناب حُرؑ نے بہت سے اشقیاء کو واصل جہنم کیا آخر کار زخمی ہو کر گرے امامؑ کو پکارا امامؑ

پہنچے اور حُر کا سر اپنے زانوں پر رکھا حُر نے عرض کی مولا آپ مجھ سے راضی ہیں امامؑ نے فرمایا: حُر تجھ سے میں راضی ہوں نانا رسول خداؐ راضی ہیں اور میرا خدا راضی ہے امامؑ کی نظر حُر کی پیشانی پر پڑی تو دیکھا خون جاری ہے امام علیہ السلام نے جیب سے رومال سیدہؑ نکالا اور پیشانی کے زخم پر باندھ دیا اس وقت حُر پر غشی کا عالم طاری تھا حبیب ابن مظاہر نے پکار کر کہا اے حُر ذرا ہوش میں آؤ تمہارا سر آقاؑ کے زانو پر ہے دیکھو تمہارے سر پر جناب فاطمہ زہراؑ کا رومال بندھا ہوا ہے اس وقت جناب حُر نے آنکھیں کھولیں اور امامؑ کی آخری بار زیارت کی۔

عزادارو جناب حُر نے غش سے آنکھیں کھولیں تب امام حسینؑ کی گود میں اپنے سر کو پایا! مگر جب فرزند فاطمہؑ گھوڑے سے زمین پر گرے اور غش سے آنکھیں کھولیں تو قاتل کو ہاتھ میں خنجر لئے سینے پر سوار دیکھا جناب زینبؑ کو مصیبت میں دیکھا۔ یہ وہ حُر ہیں جو حسینؑ کے بچوں کی العطش العطش سن کر بے چین ہو گئے پیاس کی تکلیف اس قدر تکلیف دہ ہوتی ہے کہ اسکا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس پر یہ تکلیف گزری ہو پھر تین روز کی پیاس اور وہ بھی ریگستانِ عرب کی پیاس! چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی پیاس جناب سکینہ خود فرماتی تھیں پیاس کی شدت سے عجب حال ہو گیا تھا میں بیتاب ہو کر پھوپھی زینب کے پاس گئی کہ ان سے اپنی پیاس کا حال ان سے کہوں وہاں انکو عجب حالت میں دیکھا کہ گود میں میرا چھوٹا بھائی علی اصغر رو رہا تھا اور پیاس کی شدت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا وہ ہر طرح بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ کسی طرح سے بہل نہیں رہا تھا یہ حالت دیکھ کر میں بھی رونے لگی اور پھوپھی سے اپنی حالت بیان کی اور ان سے کہنے لگی پھوپھی دوسرے خیموں میں پانی تلاش کریں شاید تھوڑا پانی مل جائے تو میرے بھیا کو پلا دیں یہ سن کر آپؑ اٹھیں اور اصغر کو گود میں لیکر چند خیموں میں گئیں مگر پانی کہیں نہ ملا اصحاب کے خیموں میں معلوم کرایا وہاں بھی پانی

نہ تھا جب کہیں سے ایک قطرہ پانی نہ ملا تو اپنے خیمے میں ناامید ہو کر آ گئیں عزادارو! تصور کرو کہ جن خیموں کے گرد خندق کھود کر آگ جلائی گئی ہو وہاں پیاس کی شدت کس قدر بڑھ گئی ہوگی۔ تقریباً بیس بچے پھر خالی کوزے لئے ہوئے العطش العطش کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔

اس وقت بریر ہمدانی وہاں سے نکلے بچوں کی بیتابی دیکھ کر رونے لگے احباب کو پکار کر کہنے لگے کیوں بھائیو! تمہاری کیا رائے ہے؟ ہمارے ہاتھوں میں تلواریں ہوں اور جناب فاطمہؑ کی اولاد پیاس سے مر جائے۔ بہتر یہ ہے چلو ایک ایک کو ساتھ لیجا کر سیراب کریں یہ سن کر یحیٰی مازنی نے کہا: اے بریرہ ظالم لڑنے پر تیار ہیں خدا نہ کرے کوئی تیر کسی کو لگ جائے تو اس ہلاکت کے ہم ذمہ دار ہونگے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک مشک لیکر جائیں اور فرات سے پانی بھر کر لانے کی کوشش کریں وہ اگر ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے الغرض بریر نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا یہ ایک مشک لیکر تین آدمیوں کے ساتھ فرأت کی طرف گئے گھاٹ کے چوکیداروں نے روکا اور پوچھا تم کون ہو؟ بریر نے جواب دیا ہم ہمدان کی قوم سے ہیں پیاس نے ہمیں بے چین کر دیا ہے پانی پینے جاتے ہیں اس نے افسر سے بیان کیا اتفاق سے اسحاق اور بریر میں کچھ قرابت تھی اس نے اجازت دیدی کہ جتنا پینا ہو پی لو مگر خبردار لشکر حسین میں نہ لے جانا۔

جناب بریر فرأت میں داخل ہوئے تو امام حسینؑ کی اولاد کی پیاس کر کے بہت روئے اور کہنے لگے خدا لعنت کرے پسر سعد پر کہ دریا کا پانی بہہ رہا ہے اور حسینؑ کے بچے پیاس سے ہلاک ہوئے جاتے ہیں یہ کہتے کہتے مشک بھر لی اور سب پیاسے نکل آئے نگہبانوں نے جب دیکھا تو اپنے سردار کو خبر کر دی اس نے کہا ہرگز پانی خیموں میں نہ جانے پائے۔ یہ سن کو وہ کہنے لگے بریر پانی بہادو ورنہ خون بہے گا۔ بریر نے کہا

کہ ہم اپنا خون بہنا گوارا کرلیں گے لشکر نے چاروں طرف سے گھیر لیا آپس میں جنگ ہوئی ایک جانثار نے مشک اپنے کاندھے پر لے لی یکا یک ایک تیر مشک کے تسمے پر لگتا ہوا گردن کو زخمی کرتا ہوا گزر گیا ان صحابی نے سمجھا مشک چھد گئی ہے جب دیکھا تو مشک سلامت تھی مگر گردن سے خون بہہ رہا تھا یہ دیکھ کر کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ میری گردن مشک کی سپر بن گئی تب جناب بریر نے اشقیا سے کہا! اے بنی سفیان! فساد نہ کرو اور بنی ہمدان سے مقابلہ نہ کرو یہ آواز امام حسینؑ نے سن لی اور اصحاب سے فرمایا جاؤ بریر کی مدد کرو جب ملاعین نے اصحاب کو آتے دیکھا تو بھاگ گئے بریر پانی کی مشک لیکر خیمہ کے دروازے پر آ گئے چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھ میں خالی کوزے لئے پانی کی راہ دیکھ رہے تھے بریر نے پانی کی مشک رکھدی اور پکارے اشرب یا آل رسول اللہ ھنیا مرئیا ''اے آلِ رسولؐ پانی حاضر ہے پیو اور تمکو گوارہ اور مبارک ہو، بچے پانی دیکھ کر خوشی کے مارے دوڑے اور کہنے لگے بریر پانی لائے بریر پانی لائے بیتابی سے سب نے خود کو مشک پر گرا دیا کوئی پیاس کے سبب سے اپنی سینہ لگا تا کوئی مشک پر منہ رکھتا اولا د والو خدا اس طرح کسی کو ناامید نہ کرے۔ ہزار افسوس بچوں کی قسمت میں پانی نہ تھا مشک کا منہ کھل گیا تمام پانی بہہ گیا اس وقت وہ بچے اس درد و یاس سے پکارے ارک الماء یا بریر اے بریر پانی سب بہہ گیا ہم سب کے سب پیاسے رہ گئے! بریر نے اپنا سر پیٹ لیا! اور رو رو کر کہنے لگے افسوس ذریت رسولؐ پیاسی رہی اور پانی ہاتھ سے چلا گیا۔

مجلس (۱۳)

ایمان بالغیب کی تفسیر اور جناب قاسمؑ کی شہادت

وقال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فرقانہ الحمید:

آلم ہ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ہ ھدی لّلمتّقین الّذین یومنون بالغیب ہ (یہ کتاب کہ جس میں کچھ بھی شک نہیں پرہیز گاروں کے لئے راہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔)

مفسرین نے اس آیت میں غیب کے لفظ سے قیامت مراد لیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت کے آگے ارشاد فرمایا ہے کہ: وبالاخرۃھم یو قنون یعنی وہ آیت کا یقین رکھتے ہیں اور آخرت سے بھی قیامت مراد ہے اور ایک ہی بات میں مکرر ایک ہی مضمون کا بیان کرنا فصاحت کے خلاف ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ غیب سے مراد قیامت نہیں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ غیب سے امام غائب قائم آل محمدؐ مراد ہے۔اور یہی تفسیر اہل بیتؑ ہے۔اور پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے حالانکہ متقی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور کیا قرآن کافروں کے لئے ہدایت نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں متقی سے وہ لوگ مراد ہیں جو تعصب اور ہٹ دھرمی سے کنارہ کش ہوکر ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اور وہ وہ لوگ ہیں جو امام غائبؑ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کفار بہ مصداق ہے۔وصم بکم عمی فھم لا یرجعون وہ لوگ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں پھر اپنی گمراہی سے باز نہیں آسکتے۔وہ قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔نہ قرآن سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے۔اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ امام غائبؑ کا یقین رکھنے والے ہی متقی ہیں۔اور وہی درحقیقت قرآن پر عمل کرتے

ہیں۔ آئمہ اہل بیتؑ کا دامن چھوڑ کر حسبنا کتاب اللہ کہنے والے قرآن سے دور ہیں۔ اس آیت کی ظاہری اور باطنی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو لوگ غیب پر ایمان لانے کے قابل ہیں وہی قرآن کی ہدایت سے حقیقت میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو ہر چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں تجربہ کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز صراط مستقیم کی طرف راہ پا نہیں سکتے۔ کیونکہ مشاہدات اور تجربات کا تعلق مادّیات سے ہوتا ہے' اور مذہب کا تعلق روحانیات سے ہوتا ہے۔ آج تک دنیا کے عُقلا خود اپنی روح کی حقیقت کا پتہ نہ پا سکے۔ ہر شخص اپنی ہی گا رہا۔ لیکن جب اپنی حقیقت تک پہنچنا ممکن نہ ہوا تو خالق الارواح کی حقیقت کا پتہ لگانا خبط نہیں تو کیا ہے؟ مالک اپنی خلق کی ہوئی چیزوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ابتداء ظہور اسلام میں تین چیزیں غیب تھیں۔ توحید' عدل اور قیامت رسالت اور امامت یہ دونوں چیزیں ظاہر تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ چیزیں بھی غائب ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آج اصولِ دین کُل کا کُل غیب میں ہو گیا۔ یہ ظاہری آنکھ نہ توحید دیکھ سکتی ہے اور نہ عدل، نہ قیامت، نہ رسالت اور نہ امامت۔ اسی لئے ان لوگوں کے مقابلے میں جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے معجزات و کمالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ایمان لائے تھے آج جو ان پانچوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کا ثواب زیادہ ہے۔

(صلوات)

بغیر دیکھے رسالت پر ایمان رکھنا بہت بڑی بات ہے۔ ہم کیا غائب کے اوپر ایمان رکھیں گے۔ آیئے میں آپکو غیب پر ایمان رکھنے والے کو دکھاؤں۔ سلمان اور اویس قرنی کے بارے میں تو آپ حضرات نے سنا ہوگا۔ لیکن میں آج صرف اویس قرنی کے ایمان بالغیب پر اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے متعلق جناب رسالتمابؐ یمن کی طرف سے ان کے انفاس شریفہ کی خوشبو محسوس کرتے تھے۔ اور اللہ اکبر! کیا فرماتے تھے کہ میں نفس الرحمان کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اس وقت جناب سلمان نے

عرض کی کہ یارسول اللہؐ یہ کون بزرگوار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یمن میں اویس قرنی ہے محشر کے دن تنہا محشور ہوگا اور لوگ اسکی شفاعت میں داخل ہونگے تم میں سے جو اس سے ملاقات کرے وہ میرا اسلام پہنچائے دیکھا آپ نے ایمان بالغیب کو؟ اسی کو کہتے ہیں ایمان بالغیب رسول اللہؐ سے اس قدر محبت تھی کہ جب احد کی لڑائی میں حضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور اویسؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو رسول اللہؐ کی محبت میں اپنے سارے دانت توڑ ڈالے یہ تھی حقیقت میں محبت! اور اسی محبت میں ایک روز اپنی ماں سے اجازت چاہی کہ اے مادر گرامی! میں پیغمبر خداؐ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں ان کی ماں نے کہا کہ آنحضرتؐ نہ ہوں تو وہاں ٹھہرنا نہیں جلد واپس چلے آنا آپؓ مدینے گئے۔ اتفاق سے حضرتؐ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے آپ فوراً وہاں سے چلے آئے کیوں کے ماں سے وعدہ کیا تھا پیغمبر اسلامؐ جب واپس تشریف لائے تو گھر میں نور دیکھا۔ پوچھا کون آیا تھا؟ جواب ملا کہ یمن سے ایک شتربان اویس نام کا آیا تھا حضرتؐ نے فرمایا: کہ ہاں یہ اویس کا ہی نور ہے جو بطور ہدیہ رکھ گئے ہیں کیوں جناب اویس کا نور پیغمبرؐ کے گھر کو نورانی نہ کرے؟ یہ ایسی عبادت کرنے والے تھے کہ کوئی شب رکوع میں بسر کردی اور کہنے لگے کہ یہ رکوع والی رات ہے! کوئی شب سجدے میں کاٹ دی اور کہنے لگے کہ یہ سجدے کی شب ہے سوال کرنے والے نے سوال کردیا کہ اتنی طاقت کہاں سے آئی کہ ایک ہی حال میں صبح کردیتے ہو؟ جواب دیا افسوس تو مجھے اس بات کا ہے کہ رات چھوٹی ہے اگر موقع ملے تو ازل سے لیکر ابد تک ایک ہی رات ہوتی تو ایک سجدے میں تمام کرتا (صلوات) یہ وہی اویس قرنی ہیں جو جنگ بصرہ میں جناب امیرؑ کے ساتھ تھے اور جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

ایمان بالغیب اسی کو کہتے ہیں مگر ایمان کی کسوٹی شب عاشور ہو چکی ہے جو

ایمان میں سچے تھے انہوں نے امام کا ساتھ دیا۔ اور امامؑ نے جب شب عاشور ارشاد فرمایا: کہ بھائیو کل جو میرے ساتھ ہونگے وہ قتل ہو جائیں گے یہ رات کا پردہ پڑا ہوا ہے جسکو جانا ہو چلا جائے اس وقت جانے والے تھے وہ فرزند رسولؐ کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ کر چلے گئے اور وہی رہے جو ایمان پر جمے ہوئے تھے بعد میں امامؑ نے بنی ہاشم سے بھی فرمایا: کہ تم بھی چلے جاؤ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں بعد میں حضرتؑ نے ان سب دس بارہ برس کے بچوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ: بچو تم بھی اپنی ماں بہن کا ہاتھ پکڑ کر رات کی تاریکی میں اس صحرا سے نکل جاؤ۔ یہ سن کر جناب حسن مجتبیٰؑ کے صاحبزادے قاسمؑ آگے بڑھے اور عرض کرنے لگے **سیدنا کیف نخلف** اے ہمارے سردارؑ ہم آپؑ کو کیسے چھوڑ کر چلے جائیں امامؑ نے فرمایا: بیٹا قاسم کیا موت سے نہیں ڈرتے؟ شہزادے نے عرض کی **الموت احل من العسل** چچا جان موت شہد سے زیادہ شیریں ہے یہ سنکر آپؑ نے اپنے بھائی کی یادگار کو سینے سے لگا لیا۔

جناب قاسمؑ ابھی بالغ نہ ہوئے تھے بارہ یا تیرہ برس کا سن تھا ظاہر ہے کہ اس عمر کے بچے کو امامؑ کیسے اجازت دیتے۔ چنانچہ قاسمؑ جب بھی اذن جہاد طلب کرتے امام منع کر دیتے قاسمؑ کچھ دیر بعد پھر اذن جہاد طلب کرتے اس دفعہ جب قاسمؑ نے اذن جہاد طلب کیا تو مولاؑ نے قاسمؑ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور دونوں اسقدر روئے کہ دونوں کو غش آ گیا جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے قاسمؑ تو میرے بھائی کی نشانی ہے اور ابھی تو تجھ پر جہاد واجب بھی نہیں ہوا۔

لکھا ہے کہ امامؑ اذن جہاد سے بار بار انکار کرتے جناب قاسمؑ کبھی چاچا کے ہاتھ چومتے تھے کبھی پاؤں کو بوسہ دیتے تھے اور میدان میں جانے کے لئے بیتاب تھے۔

بہ روایت دیگر چچا بھتیجے میں باتیں ہو رہی تھیں کہ در خیمہ سے کسی کے رونے کی

آواز آئی کہ یہ اُم فروہ ہیں حضرتؑ یہ سنتے ہی خیمے میں تشریف لائے اور پوچھا بھابھی جان آپ کیوں رو رہی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ کیا بیوہ کی اولاد اس قابل نہیں کہ فدیہ دین خدا بن سکے۔ یا بن رسول اللہؐ اگر آپؑ نے قاسم کو جنگ کی اجازت عطا نہ کی تو روز حشر مجھے آپؑ کے پدر بزرگوار، مادر عالی وقار اور آپکے برادر سے سخت ندامت ہوگی یا بن رسول اللہؐ خدا کیلئے قاسم کو نہ روکئے ورنہ مجھ پر عرصۂ حیات تنگ ہو جائے گا۔

آخر جناب قاسمؑ کو مشکل سے اجازت ملی امام حسینؑ نے اپنے ہاتھ سے مثل کفن لباس پہنایا۔ پیراہن پہنانے کے بعد گریباں کو چاک کر دیا اور سر پر جس طرح میت کے عمامہ باندھتے ہیں اس طرح باندھا ہاتھ میں تلوار دیکر گھوڑے پر سوار کیا اور فرمایا بیٹا خدا حافظ۔

روایت میں ہے کہ جناب قاسمؑ جب میدان میں آئے تو بکتر بھی پہنا نہ تھا اور جوتے کا تسمہ بھی کٹا ہوا تھا جب یہ چاند کا ٹکڑا میدان میں آیا اس وقت آپؑ کی عمر کو دیکھ کر لشکر کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ جنگ کرے گا مگر رجز پڑھنے کے بعد آپ نے کئی ناریوں کو جہنم واصل کیا لشکر کو درہم برہم کرکے چچا کی خدمت میں آئے اور کہا "یا اماہ العطش العطش" عزادارو جناب قاسمؑ العطش العطش کی فریاد کرتے تھے مگر غریب و مظلوم آقا کیا جواب دیتے؟ حضرتؑ ایک انگوٹھی دے کر کہا! بیٹا یہ منہ میں رکھ لو شاید کچھ تسکین ہو آپؑ نے انگوٹھی منہ میں رکھی اور جب میدان میں جانے لگے تو مولاؑ نے فرمایا کہ: بیٹا قاسم ذرا بیوہ ماں کے پاس جاؤ وہ تمہارے فراق میں تڑپ رہی ہے جب قاسمؑ خیمے کے قریب پہنچے تو ماں کے رونے کی آواز آئی یا قاسم فارقتنی قد تار من فراقک عن عین الکور اے میرے بیٹے قاسم جیتے ہو کہ مر گئے اس پردیس میں ماں کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے؟ آواز سنکر جناب قاسمؑ رونے لگے اُم فروہ

نے بیٹے کی صورت دیکھی تو بیٹے کے گرد پھرنے لگیں فرمایا: امی صبر کیجئے جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ماں کو سمجھا کر قاسم میدان میں تشریف لائے۔ عزادارو کمسنی کا عالم تین روز کی بھوک، پیاس اور عراق کی سخت گرمی شہزادہ کہاں تک لڑتا ایک ملعون نے پیچھے سے آ کر اس زور سے تلوار ماری کہ آپؑ نے آواز دی یا اماہ ادر کنی یہ سنکر امامؑ دوڑے اور حضرتؑ نے اپنے بھتیجے کے قاتل کو دیکھا اور اس پر حملہ کیا لشکر درہم و برہم ہونے لگا یزیدی لشکر کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے قاسمؑ کا جسم پامال ہونے لگا قاسم مسلسل آوازیں دے رہے تھے یا اماہ ادر کنی حضرت امام حسینؑ قاسم کے پامال جسم کے پاس پہنچ گئے دیکھا قاسمؑ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں حضرت قاسم کے پامال جسم کو دیکھ کر امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا: یا نبیہ قتل اللہ قومہ قتلوک بیٹے قاسم اللہ قتل کرے اس قوم کو جس نے تجھے قتل کیا چچا پر یہ بات شاق ہے کہ تو مدد کیلئے پکارے اور تیری مدد کو نہ پہنچ سکے بیٹا قاسمؑ کاش اس سے پہلے تمہارے اس بیکس اور ستم رسیدہ چچا کو موت آ جاتی اور تم کو ایسی حالت میں نہ دیکھتا عزادارو! جناب قاسمؑ کی کیسی حالت تھی وہ میں عرض کروں مومنو ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سنو کہ مولاؑ نے جب اپنے بھتیجے کی لاش اُٹھائی تو شہزادے کا سر آپؑ کے سر کے برابر تھا سینے سے سینہ لگا ہوا تھا مگر پاؤں زمین پر لٹک رہے تھے بارہ تیرہ برس کے بچے کی لاش اسقدر دراز کیوں ہوگئی؟ اسکا سبب یہ ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپکا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا اور کٹے ہوئے اعضاء لٹک رہے تھے۔

جب جناب قاسمؑ کی لاش خیمے میں آئی تو سیدانیوں کی عجیب حالت ہوئی خدا کسی ماں کو اپنے بیٹے کی لاش اس حالت میں نہ دکھائے جس حالت میں مادرِ قاسمؑ نے دیکھی ہر طرف و اقاسماہ واقاسماہ کی صدا بلند تھی آسمان وزمین اُم فروہ کے نالوں سے ہل رہے تھے دکھیاری ماں اس لاش کو چھاتی سے لگاتی اور شانہ ہلا کر کہتی بیٹا قاسمؑ

کیسی گہری نیند سو رہے ہو۔ ارے دکھیا ماں پکارتی ہے اور نہیں چونکتے بیٹا میں کربلا میں لٹ گئی میری حسرتیں اور ارمان خاک میں مل گئے میرے چاند تجھے کس کی نظر لگ گئی ابھی تو میرا لال پوری طرح پروان بھی نہ چڑھا تھا کہ موت نے تاک لیا کاش یہ دکھیا ماں اندھی ہو گئی ہوتی کہ تیری یہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال لاش نہ دیکھتی وہ کیسے سنگدل تھے جنہوں نے تجھ جیسے نازنین کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ہائے ہائے مجھے یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ میرا پھولا پھلا باغ یوں کربلا میں ظلم و ستم سے اُجاڑ دیا جائے گا آخر میں حضرت امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین فرمائی۔

مجلس نمبر (۱۳)

جنگِ خیبر اور حضرتِ عباسؑ کی شہادت

قال اللہ عز اسمہ فی کتابہ المجید و فر قا نہ الحمید:

یا ایّھا الّذین امنوا اتّقوا اللہ و کونو مع الصّادقین ہ

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ)

دنیا میں ہر شئے اپنے مخصوص شرف سے پہچانی جاتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے اسکی خصوصیت جاتی رہے تو اس کے فضل وشرف میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ موتی اگر اپنی آب کھودے تو وہ کوڑی کا ہے۔ جواہرات سے چمک جاتی رہے تو ان میں اور شیشے میں کوئی فرق نہیں۔ پھولوں سے اگر مہک اُڑ جائے تو پیروں سے کچل دینے کے قابل ہے۔ تلوار میں اگر کاٹنے کی صلاحیت نہ ہو تو توڑ کر پھینک دینے کے لائق ہے۔ اسی طرح اگر انسان میں صداقت نہ ہو تو اسکی تمام فضیلتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ صداقت اخلاق، انسانی روح ہے۔ روح نکل جانے کے بعد جس طرح عزیز سے عزیز وجود خاک میں ملا دینے کے قابل بن جاتا ہے۔ اسی طرح صدق نکل جانے کے بعد تمام اخلاق جسمانی بے جان بن جاتا ہے اور انسان کی وقعت نظروں سے گر جاتی ہے کتنا ہی موٹا آدمی کیوں نہ ہو اگر شجاعت نہیں تو وہ مرد نہیں۔ اگر کبھی جنگ میں چلا جائے اور وہاں سے پیٹھ دِکھا کر بھاگ جائے تو وہ مرد نہیں بلکہ اسے کچھ اور ہی کہنا چاہیئے۔

آج آپ حضرات کے سامنے جو سچے ہیں انکا ساتھ دینے والے اور بھاگنے والے دونوں کی تصویر کھینچنا چاہتا ہوں (جنگ خیبر میں شجاعت کے دعویدار ناکام رہے کسی طرح سے قلعہ قموس فتح نہ ہوتا تھا۔ رسول اللہؐ کے اصحاب علم لیکر جاتے اور

واپس آتے رہے۔ یہ سلسلہ ۳۹ دن تک جاری رہا تو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

انی اعطی الرأیة غدا رجلا کرارا غیر فرار یحبّ اللّٰہ و رسولہ و یحبّ اللّٰہ و رسولہ یفتح اللہ علی یدیہ یعنی کل میں علم اس کو دوں گا جو مرد ہو گا میدانِ جنگ سے بھاگنے والا نہ ہو۔ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہونگے اور خدا اس کے ہاتھوں پر فتح عنائت کرے۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کا یہ کلام سن کر سارا لشکر اسلام تمنائی ہو گیا کہ کاش کل علم اسکو ملے حتی کہ وہ لوگ بھی تمنا علم کی کرنے لگے جو علم لیکر گئے بھی تھے اور بھاگ بھی آئے تھے بہت سے تو اس تمنا میں ساری رات سوئے بھی نہیں بلکہ تمام رات بستروں پر کروٹیں بدلتے رہے۔ لیکن میں تو یہ عرض کروں گا کہ ان جاگنے والوں کی قسمت سوئی ہوئی ہے اور جو آرام کی نیند سو رہا ہے اسکا بخت بیدار ہے کیونکہ نہ اس جیسا جری کوئی ہے بلکہ وہی مرد ہے اور وہی خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اسی کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہیں حضور اکرمؐ کے یہ فرمانے سے کہ کل میں علم مرد کو دوں گا اسکا مطلب تو صریحاً یہ نکلتا ہے کہ ۳۹ دن تک جو لوگ علم لیکر جاتے رہے وہ مرد تو ہرگز نہیں تھے رسولؐ کے قول سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کل میں جسے علم دونگا مرد بھی کرار بھی اور غیر فرار بھی ہے اس کے باوجود کہ علم کے حقدار صرف علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں مگر وہ چونکہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں اس لئے علم ہم ہی کو ملے گا۔ اسی اُمید میں صبح ہوتے ہی بہت سے افراد ہتھیار سے آراستہ ہو کر خانۂ رسالت کے قریب ٹہلتے نظر آرہے تھے صبح کی نماز کے بعد سرکار رسالتؐ نے لشکر کی طرف نگاہ کی۔ رسول اللہؐ کی نگاہیں بجا طور پر حضرت علیؑ کو تلاش کر رہی تھیں جو حضورؐ کی مذکورہ تمام صفات پر پورے اترتے تھے۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا این اخی علیؑ ابن ابیطالبؑ۔ میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالبؑ کہاں ہے۔ سب نے کہا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلاء ہیں فرمایا ان کو بلاؤ۔

جناب امیرؑ تشریف لائے حضورؐ نے فرمایا: بھائی! کیا حال ہیں جناب امیرؑ نے کہا کہ حضورؐ کی زیارت سے محروم ہوں یہ سن کر حضورؐ نے لعابِ دہن آنکھوں سے لگایا اور فرمایا: یا علیؑ! آنکھوں کو کھولو جناب امیرؑ نے آنکھیں کھولیں تو آشوب چشم جاتا رہا تھا خود جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے کبھی آشوب چشم کی شکائت نہیں ہوئی۔

(صلوات)

اب شجاعت کے جوہر دکھانے امیرالمومنینؑ جاتے ہیں پس مجاہد اسلام کو خود پیغمبرؐ اسلام آراستہ کرتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا، ہاتھ میں علم دیا اور گھوڑے پر سوار کیا، اور فرمایا کہ: جاؤ خیبر فتح کرو! جبرائیلؑ تمہاری دہنی سمت میکائل بائیں طرف اسرافیل پیچھے اور عزرائیل آگے آگے ہے نصرت خدا تمہارے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے یا علیؑ میری دُعائیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔

امیرالمومنینؑ کے آگے آگے ملک الموت کیوں جا رہا ہے میں تو یہی عرض کروں گا کہ جسکو موت کے منہ میں جانا ہو وہ علیؑ کا مقابلہ کرے۔ جناب امیرالمومنینؑ روانہ ہوئے اور کچھ دور جا کر رُک گئے اور میدان کی طرف منہ رکھ کر بغیر پشت پھرائے دریافت فرمانے لگے یا رسولؐ اللہ کب تک جنگ کروں؟ بارگاہِ رسالتؐ سے جواب ملا حتی یفتح اللہ علی یدہ یہاں تک کہ خدا تمہارے ہاتھوں پر فتح عطا کرے علیؑ نے واپس آ کر رسولؐ سے دریافت کیوں نہ کیا؟ ایسا کرنے میں قبل از جنگ میدان کی طرف پشت ہو جاتا اور علیؑ نے میدان جنگ کو پیٹھ کبھی نہیں دکھائی کیوں کہ یہ شجاعت کے شایانِ شان نہیں۔ میدان میں جا کر سب سے پہلے پتھر پر علم گاڑھ دیا۔ یہ جناب امیرؑ کا معجزہ ہے کہ پتھر نے علم کو اپنے سینے میں جگہ دی اور دشمن کیلئے یہ اشارہ بھی تھا کہ یہ علم لیکر بھاگنے والا نہیں بلکہ فتح کر کے ہی پلٹنے والا ہے۔

میدانِ جنگ میں حضرت علیؑ نے فصاحت سے رجز پڑھا۔ شیر خدا کی آواز سے

میدان گونج اُٹھا۔ یہودیوں کے ہوش اُڑ گئے۔ مرحب شجاع تھا مگر بچپن میں اس کی ماں نے کہا تھا کہ حیدر جسکا نام ہو اس سے نہ لڑنا ورنہ مارے جاؤ گے خیبر میں جنابِ امیرؑ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا انا الّذی سمّتنی امّی حیدراً میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا اور میں میدان شجاعت کا شیر ہوں کس کی مجال ہے کہ سامنے آئے۔ حارث و مرحب جیسے بڑے پہلوان سے مقابلہ ہوا آپؑ نے تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ جنگ خیبر کو فتح سے ہمکنار کیا جو کافی دنوں سے مسلمانوں سے فتح نہیں ہو رہی تھی یہودی گھبرا گئے۔ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ یداللہ نے لوہے کے دروازے میں انگلیاں پیوست کر دیں۔ اور زور سے ایک جھٹکا دیا کہ دروازہ اُکھڑ کر ہاتھ میں آ گیا اس دروازے کے متعلق خود جناب علی مرتضیٰؑ فرماتے ہیں ما فعلت باب خیبر بقوت جسمانیه بل بقوت ربانیه میں نے درِخیبر کو جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی قوت سے اُکھاڑا ہے۔ پہلے تو اکثر لوگ جناب امیرؑ کا باب خیبر اُکھاڑنا مذاق سمجھتے تھے مگر اب جب کہ ایٹم کی قوت سے اکثر قلعے اُکھاڑ دیئے جاتے ہیں تو شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ درورازہ کے اس طرف ایک بڑی خندق تھی آپؑ مع دروازے کے خندق میں کود پڑے داہنے ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں دروازہ تھا اور لشکر اسلام خندق کے اس پار سے یہ منظر دیکھ رہا تھا آپؑ نے دروازے کو خندق کے کنارے کے پاس رکھ دیا اور لشکر کو حکم دیا تم اس دروازہ کے قریب آ جاؤ جب وہ لوگ آ گئے تو آپؑ نے سپر کی طرح خندق کے دوسرے کنارے پر اس کو رکھ دیا اور اس طرح تمام لشکر اسلام خندق کے پار چلا گیا یقیناً جو علیؑ کو دوست رکھتے ہیں وہ اسی طرح روز محشر امیر المومنینؑ کے وسیلے سے پلِ صراط سے پار ہو جائیں گے۔

دیکھا آپ نے علیؑ کے دونوں ہاتھوں پر خلاقِ عالم نے فتح عنائت کی ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں درِخیبر تھا۔ جس طرح سے آج جنگ خیبر میں علیؑ نے

اسلام کی آبرو رکھ لی اور رسولؐ کے اس علم کو اُٹھانے والے علی ابن ابیطالبؑ اسی طرح سے قیامت میں امیر المومنینؑ علم کو اُٹھائیں گے جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: علیؑ حامل لوائی یوم القیامۃ اسکے باوجود علمدار کا لقب عباسؑ ہی کو کیوں ملا ہوگا۔ علم کا جب بھی ذکر آئے تو عباسؑ یاد آتے ہیں۔

حضرات علمدارؑ سے جناب سیدہؑ کو کس قدر محبت تھی کہ اگر کوئی عباس علمدارؑ کی زیارت کو جانے میں کوتاہی کرے تو جنابِ سیدہؑ ناراض ہو جاتی ہیں جیسے کہ ایک مومن روزانہ تین مرتبہ سید الشہدا امام حسینؑ کی زیارت کو جاتا تھا مگر حضرت عباسؑ کی زیارت کو کم جایا کرتا تھا ایک روز اس نے جنابِ سیدہؑ کو خواب میں دیکھا کمال تعظیم کے ساتھ سلام بجا لایا جنابِ سیدہؑ نے روئے مبارک پھیر لیا۔ اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو یہ بے رخی کیوں؟ ارشاد فرمایا: تو میرے فرزند کی زیارت نہیں کرتا اس نے عرض کی میں تو روزانہ تین بار زیارت بجالاتا ہوں فرمایا: ہاں تو حسینؑ کی زیارت کو تو جاتا ہے مگر میرے بیٹے عباسؑ کی زیارت کو کیوں نہیں جاتا مومنین اس محبت کا سبب بھی یہی تھا کہ جناب عباسؑ نے خدمت حسینؑ میں وفا کا حق ادا کر دیا۔ جسطرح حضرت علیؑ نے رسولؐ کی برادری کا حق ادا کیا اسی طرح حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ کا بھائی ہونے کا حق ادا کیا۔

مومنین آج محرم کی آٹھ تاریخ ہے۔ دو مجلس باقی رہ گئی ہیں آج میں چاہتا ہوں کہ معصومہؑ کو عباسؑ کا پُرسہ دیا جائے۔ کربلا میں کس کی مجال تھی کہ علیؑ کے شیر کا مقابلہ کر سکے۔ اشقیاء اسی پریشانی میں مبتلاء تھے کہ حسینؑ کی فوج میں جب تک عباسؑ موجود ہیں ہماری کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔ اسی خیال کے مدِ نظر رکھ کر شمر ملعون شب کے وقت امامؑ کے خیمے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہاں ہیں میری بہن کے بیٹے عباسؑ، عبداللہ، جعفر اور عثمان؟ اس وقت فرزند فاطمہؑ اپنے خیمے میں تھے اور علمدارؑ بھی موجود

تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا بھائی عباسؑ دیکھو تمکو شمر بلا رہا ہے جناب عباسؑ اپنے بھائیوں کے ساتھ اس ملعون کے پاس آئے اس مکّار نے کہا تم میری بہن اُمہ البنین کے فرزند ہو اسلئے میں ابن زیاد سے تمہارے لئے امان نامہ لایا ہوں۔ مناسب ہے کہ تم اپنے بھائی کا ساتھ چھوڑ دو۔ یہ سننا تھا کہ جناب عباسؑ کے تیور بدل گئے اور کہا! اے دشمن خدا و رسولؐ دور ہو جا تو مجھ سے کہتا ہے کہ فرزند رسولؐ کا ساتھ چھوڑ دوں تیرے اس امان دینے پر خدا کی لعنت ہو مجھے امان دیتا ہے اور فرزند رسولؐ کو امان نہیں یہ سن کر وہ شقی چلا گیا تمام اہلبیتؑ اور انصار کو حضرت عباسؑ سے بڑی ڈھارس تھی۔

شہزادی زینبؑ بیان کرتی تھیں کہ جب میں مادر گرامیؑ اور باباؑ سے یہ سنا کرتی تھیں کہ میرے بھائی پر ایسی مصیبتیں ڈھائی جائینگی، میری چادر چھینی جائے گی یا میرے بازوؤں میں رسن باندھی جائے گی تو اکثر سوچا کرتی تھی کہ جسکا عباسؑ جیسا شجاع بھائی ہو کس کی مجال کہ ہمارے اوپر اس قسم کے مظالم کر سکے لیکن جب میرا بھائی عباسؑ فرات کے کنارے شہید ہو گیا تو ان سب باتوں کا یقین آنے لگا۔

حضرات! اہل حرم کے سب بچوں کو عباسؑ سے بڑی ڈھارس تھی۔ جب روز عاشور حملۂ اُولیٰ میں پچاس جانثار شہید ہو گئے تو بچے بہت خوفزدہ ہو گئے اس وقت جناب زہیر قین نے دیکھا کہ عباسؑ لشکر میں نہیں یہ دیکھ کر وہ حضرت عباسؑ کے خیمے میں آئے تو آپ کو خیمے میں بھی نہ دیکھا۔ ایک لونڈی کھڑی تھی اس نے پوچھا کس کو تلاش کرتے ہو؟ جواب دیا جناب عباسؑ کو! وہ کہاں ہیں اس نے کہا فلاں خیمے میں مگر وہاں چھوٹے بچوں اور عورتوں کے سوا کوئی نہیں یہ سن کر زہیر خیمے کے قریب گئے اور آواز دی حضرت عباسؑ چاہتے تھے کہ باہر آئیں مگر بچے ان سے لپٹ جاتے تھے اور آنے نہ دیتے تھے اولاد والو بچوں کی اس وقت کیا حالت ہوئی ہوگی جب اس شیر کی میت کو دیکھا ہوگا۔

جب امامؑ کے سب جانثار امامؑ پر نثار ہو چکے تو جناب عباسؑ کی کیا حالت ہو گی جب انکے تین بھائی بھی شہید ہو چکے کسی کا ایک بھائی مر جائے تو اسکی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ جناب عباسؑ بھائی کی خدمت میں آئے اور میدانِ جنگ کی اجازت طلب کی امامؑ نے بھائی کے چہرے کی طرف نظر کی اور عجیب کلمہ فرمایا! بھائی تم میرے لشکر کے علمدار ہو جناب عباسؑ نے کہا مولاؑ وہ لشکر ہی کہاں رہ گیا جسکا میں علمدار ہوں مگر مولاؑ کے نزدیک جب تک جناب عباسؑ زندہ تھے تمام لشکر موجود تھا اس کے بعد کہا بھائی تمہارے دم سے سب کو سہارا ہے۔ بچوں کو دِلاسہ ہے۔ اے بھائی کچھ دیر اور ٹھہرو دونوں بھائی ساتھ جنگ کرینگے۔ بھائی یاد رکھو کہ جب تم نہیں تو ہم بھی نہیں غرض امامؑ کسی طرح اجازت نہ دیتے اتنے میں خیمے سے رونے کی صدا آئی۔ جناب عباسؑ خیمے گئے اور واپس آئے تو پیاری بھتیجی کو گود میں لئے ہوئے تھے۔ سکینہؑ پیاس سے بے چین تھی بولی بابا عمو جان کو پانی لانے کیلئے بھیج دیں اچھا بھائی جاؤ بچوں کے لئے پانی کی سبیل کرو حسینؑ تمہارا داغ بھی اُٹھائے گا۔

حضرت عباسؑ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ امامؑ حسرت بھری نظروں سے بھائی کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے آپؑ کو نہر کی طرف جاتا دیکھ کر ہزاروں کا لشکر مزاحمت کیلئے آ گیا۔ مگر لشکر کی کیا مجال کہ جری کو روک سکتا نہر کا راستہ صاف ہو گیا جری نے فرأت میں گھوڑے کو ڈال دیا سوکھی مشک تر کر کے بھری پانی موجیں مار رہا تھا چلو میں پانی لیا اور پھر حقارت سے پھینک دیا ساقیٔ کوثر کا بیٹا اور اسکے بچے پیاسے ہوں اور عباسؑ پانی پیئے۔ غرض کہ آپؑ اور آپکا گھوڑا دونوں پیاسے فرأت سے نکل آئے ادھر عمر سعد نے لشکر کو حکم دیا کہ پانی لشکر حسینی میں ہر گز نہیں جانا ہے فوجوں نے چاروں طرف گھیرا ڈالا ۷ ہزار تیر اندازوں نے تیر بارانی شروع کر دی۔ سقائے سکینہ زخموں سے چور ہو گیا مگر پوری کوشش یہ کہ کسی طرح پانی خیمے میں پہنچ جائے ادھر

خیمے سے جنابِ سکینہ نے علم کا پھریرا دیکھا تو بچوں سے کہنے لگی دیکھو وہ عمو جان پانی لیکر آ رہے ہیں۔ یکا یک پیچھے سے ایک شقی نے ایسی تلوار ماری کہ داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ حسینؑ کا قوت بازو بائیں ہاتھ سے جنگ کرنے لگا مشک کو دانتوں سے پکڑا ہوا تھا افسوس کہ ایک ملعون کے وار سے بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ عباسؑ مشک کو تیروں سے بچاتے ہوئے تیزی سے خیام کی طرف جاتے تھے کہ ایک تیر مشک پر لگا اور پانی بہہ گیا عباسؑ کی اُمید خاک میں مل گئی جناب عباسؑ نے گھوڑے کا رُخ خیموں کے بجائے فرأت کی طرف موڑ لیا ایک شقی نے نزدیک آ کر پیچھے سے سر پر گرز کا وار کیا جس سے سر شگافتہ ہو گیا اب گھوڑے سے زمین پر آئے اور آواز دی یـا ابـا عبدالله عليك منـي السّلام آقا میرا آخری سلام قبول کیجئے۔ عزادارو یہ آواز سنتے ہی امامؑ کمر تھام کر بیٹھ گئے فرمانے لگے الاان كسر ظهري و قلّت حيلتي اب میری کمر ٹوٹ گئی پھر اس طرح میدان کی طرف چلے جیسے باز اپنے شکار کی طرف جاتا ہے جب لاش پر پہنچے تو وہ حال دیکھا جو کسی بھائی کو بھائی کا نہ دکھائے دونوں بازو کٹے ہوئے سر شگافتہ ایک آنکھ میں تیر دوسری میں خون بھرا ہوا جنابِ عباسؑ نے کہا آقا جب پیدا ہوا تھا تو آپؑ کی زیارت کی تھی اب جا رہا ہوں چاہتا ہوں کہ زیارت کر کے دنیا سے جاؤں ایک آنکھ میں تیر پیوست ہے دوسری میں خون بھرا ہوا ہے امامؑ نے آنکھ سے تیر نکالا اور دوسری آنکھ میں سے خون صاف کیا جناب عباسؑ نے زیارت کی اور فرمایا: آقا میری لاش خیمے میں نہ لے جائیے گا مجھے سکینہ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ پانی نہ لا سکا آقا نے کہا کہ تم جب سے پیدا ہوئے ہو مجھے کبھی بھائی کہہ کر نہ پکارا ایک دفعہ مجھے بھائی کہہ کر پکارو یہ میرا حکم ہے۔ جناب عباسؑ نے یـا اخی کہا اور روح پرواز کر گئی۔ امامؑ نے ایک آہ کا نعرہ بلند کیا۔ اے وفادار تم نے تو دنیا کی مصیبتوں سے چھٹکارا پایا اور مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ آج سے دشمنوں کی آنکھیں چین سے سوئیں گی جو

تمہارے خوف کے سبب جاگتی تھیں اور وہ آنکھیں جاگیں گی جو تمہارے بھروسے چین سے سوتی تھیں۔

جب امامؑ حضرت عباسؑ کے علم کا پھریرا جو خون میں تر تھا خیمے میں لائے تو اسے دیکھ کر اہل حرم میں کہرام برپا ہو گیا سیدانیوں نے سروں کے بال کھول دیئے اور واعباساہ! واعباساہ کہہ کر سینہ زنی کرنے لگیں جناب عباسؑ کی شہادت معمولی شہادت نہ تھی اب سب کو امامؑ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔

مجلس نمبر (۱٤)

آیۂ مودّت اور جنابِ علی اکبرؑ کی شہادت

قال اللہ عز اسمه فی کتابه المجید و فر قا نه الحمید:

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودّة فی القربی ه

اے رسول! کہہ دو کہ میں اپنے اس کارِ تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت داروں اہلبیتؑ سے محبت کے سوا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ اس آیت میں پروردگار نے اجرِ رسالت کا صلہ مودّت اہلبیتؑ قرار دیا ہے۔

بحار الانوار میں اس آیت کی تفسیر میں علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول خداؐ نے اصحاب سے فرمایا ایھا النّاس حق تعالیٰ نے ایک فریضہ تم پر واجب کیا ہے اگر قبول کرو تو میں تم سے بیان کروں، کسی نے جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ تیسرے روز پھر آپؐ نے اس قول کا اعادہ کیا۔ جواب ندارد۔ اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا: انّه لیس من ذھب و لا فضّة و لا مطعم و لا مشرب وہ فریضہ سونے، چاندی کی قسم سے نہیں اور نہ کھانے پینے کی چیزوں سے ہے اس وقت ان لوگوں نے کہا اگر ایسا ہے تو بسم اللہ ارشاد فرمائیے بے شک ہم قبول کریں گے۔ پس حضورؐ نے آیہ مذکورہ کی تلاوت کی۔ سب نے مودّتِ اہلبیتؑ کا اقرار کیا مگر امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ قسم خدا کی اقرار تو سب نے کیا مگر سوائے سات آدمیوں کے کسی نے وفا نہ کی۔

بعض روائت سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے خود آنحضرتؐ سے خواہش کی تھی کہ یا رسول اللہؐ ہم آپکے ساتھ کچھ سلوک کرنا چاہتے ہیں تا کہ ہماری ھدائت کیلئے جو مشقتیں آپؐ نے گوارہ فرمائیں انکا کچھ عوض ہو جائے اور ہماری شرمندگی کم

ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر کوئی بغیر محبت اہلبیتؑ کے جنت میں جانا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ چاہے انسان کتنی ہی عبادت کرے مگر محبت اہلبیتؑ کے کوئی کام نہ آئے گی کیونکہ اجر رسالت ہے اور رسالت کا اجر ادا کئے بغیر ھدائت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ: تمام انبیاءؑ کی خلقت مختلف درختوں سے ہوئی ہے لیکن میری اور علیؑ کی پیدائش ایک ہی درخت سے ہوئی میں اس کی اصل ہوں اور علیؑ اسکی شاخ ہیں فاطمہؑ اسکا شگوفہ ہیں حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں جو کوئی اس کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑے رہے گا وہ نجات پائے گا۔ جو اس سے دور رہے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی صفا و مروہ کے مابین ہزار برس خدا کی عبادت کرے یہاں تک سوکھ کر پرانی مشک کی مانند ہو جائے اور ہماری محبت اس کے دل میں نہ ہو تو خدا اسے الٹے منہ دوزخ میں گرائے گا بعد میں حضورؐ نے مذکورہ بالا آیت کی تلاوت فرمائی۔ سنا آپ حضرات نے پیغمبر خداؐ نے ایک شجر کی مثال دی مگر یہ نہ فرمایا کہ اس کی جڑ کو پکڑ و یا اس کے شگوفے یا پھل کو بلکہ شاخ کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ جس کو خدا اور رسولؐ تک پہنچنا ہو اس کو شاخ کو تھام لینا چاہئے۔ لہٰذا جس نے علیؑ کا دامن تھام لیا اسکی نجات یقینی ہے اور جس نے علیؑ کو چھوڑ کر اغیار کا دامن تھاما اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا۔ (صلوات)

کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ: آنجنابؑ نے دریافت فرمایا کہ: اہل بصرہ کا آیۂ مودّت کے بارے میں کیا کہنا ہے؟ کسی نے عرض کی یہ آئت رسول خداؐ کے تمام خاندانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضورؑ نے فرمایا یہ جھوٹ ہے یہ آئت تو خاص ہم اہلبیتؑ یعنی علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اصحاب کساء ہیں۔ محبت اہلبیتؑ کے دعوے دار تو ہم بھی ہیں کہ ہم اہلبیتؑ سے محبت رکھتے ہیں لیکن جب امتحان کا وقت آتا ہے تو اس وقت کامیاب ہونا

بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ اگر عمل خیر نہ ہوگا تو محبت اہلبیتؑ معتبر ہی نہ ہوگی۔ اس لئے جنہیں محبت اہلبیتؑ کا دعویٰ ہوا نہیں وہ تمام فرائض جو قدرت نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خمس وغیرہ کیئے ہیں ادا کرتے رہنا چاہئیں۔

پہلے بھی بہت سے لوگ محبت کا دعویٰ کرتے تھے لیکن جب وقت امتحان آتا اس وقت دعوہ دار محبت کو شرمندگی ہوتی تھی۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں سہیل خراسانی حاضر ہوئے اور کہا کہ آپؑ اپنے حقوق کو طلب کرنے کیلئے تلوار کیوں نہیں اُٹھاتے امامؑ نے فرمایا مددگار کہاں ہیں۔ سہیل نے کہا حضورؑ کے قدموں پہ جانثار کرنے والے بہت ہیں۔ اس وقت ایران میں ہزاروں تلواریں آپ کے اشارے پر چل سکتی ہیں وہ سب آپؑ کے دوست ہیں یہ سنکر حضرت امام جعفر صادقؑ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی پھر خادم کو بلا کر حکم دیا تنور روشن کرو۔ جب تنور خوب روشن ہوگیا تو سہیل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: سہیل ذرا اس تنور میں داخل ہو جاؤ۔ انکے جسم میں لرزہ طاری ہوگیا اور معافی کے طلبگار ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے سکوت اختیار کیا۔ تھوڑی دیر میں ہارون مکیؒ آئے امامؑ کو سلام کیا امامؑ نے جواب سلام دیا اور کہا ہارون تنور میں داخل ہو جاؤ۔ ہارون بغیر ایک لفظ کہے تنور میں داخل ہو گئے۔ اسی کو حقیقت میں محبت کہتے ہیں۔ اسی لئے پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

حدیث) الا و من مات علی حبّ آل محمّد مات شهیدا

ترجمہ) آگاہ ہو جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مرجاتا ہے وہ شہید مرتا ہے

حدیث) الا و من مات علی حبّ آل محمّد مات مغفورا

ترجمہ) جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مرجائے بخشا ہوا مرتا ہے

حدیث) الا و من مات علی حبّ آل محمّد مات تائبا

ترجمہ) جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مرجائے توبہ کیا ہوا مرتا ہے

حدیث)الا و من مات علی حبّ آل محمّد مات مومنا متکمّل الایمان

ترجمہ) جوشخص آل محمدؐ کی محبت میں مرجائے کامل الایمان مرتا ہے

حدیث)الا و من مات علی حبّ آل محمّد بشّرہ ملك الموت با الجنّة ثم منکر و نکیر

ترجمہ) جوشخص آل محمدؐ کی محبت میں مرجائے اسکو ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں

حدیث)الا و من مات علی حبّ آل محمّد یضاف الی الجنّة کما یضاف العروس الی بیت زوجه

ترجمہ) جوشخص محمد و آل محمدؐ کی محبت میں مرجائے جنت میں اسکی ایسی ایسی پذیرائی ہوتی جیسے دولھا کے یہاں دلھن کی ہوتی ہے

حدیث)الا و من مات علی حبّ آل محمّدفتح له فی قبرہ بابان الی الجنّة

ترجمہ) آگاہ ہو جوشخص آل محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے تو اسکی قبر میں جنت سے رحمت کے دو دریچے کشادہ ہو جائیں گے۔

عزاداری و محبت اہلبیتؑ کے سبب اس قدر درجات حاصل ہوتے ہیں نوجوان نصرت میں جان دے کر شہید ہو جائے اسکا کیا مرتبہ ہوگا۔ آج میں اس مجلس میں اٹھارہ برس کے کڑیل جوان کی شہادت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جسکی لاش کو اکیلا بوڑھا باپ اُٹھا نہ سکا۔

جب جنابِ علی اکبرؑ نے باپ سے رخصت طلب کی تو امامؑ نے فرزند کے چہرے پر حسرت سے نظر ڈالی اسکے بعد امامؑ نے فرمایا بیٹا ذرا خیمے میں جا کر پھوپھی اور ماں سے اجازت لے لو۔ شہزادہ خیمے میں گیا تو اہل حرم میں کہرام مچ گیا۔ رونے کا شور بہت دیر تک جاری رہا۔ بار بار خیمے کا پردہ اُٹھتا اور گر جاتا۔ جب علی اکبرؑ خیمے سے باہر

آنا چاہتے بیبیاں لپٹ جاتیں اور باہر آنے نہ دیتیں۔ کبھی سکینہ لپٹ کر کہتیں بھیا تم چلے جاؤ گے تو باباؑ اکیلے رہ جائیں گے۔ کبھی ماں لپٹ کر کہتیں بیٹا تجھے کیسے مرنے کی اجازت دوں۔ کبھی پھوپھی رو کر کہتیں کہ کیا اسی دن کیلئے پالا تھا۔ غرض جب کافی دیر ہوگئی تو امامؑ درِ خیمہ پر آئے اور سب کو صبر کی تلقین دے کر فرمایا: اکبرؑ کو جانے دو۔ میرا اکبرؑ ذبیح کربلا ہے۔ یہ سنکر سب نے دامن چھوڑ دیا اور شہزادہ خیمے سے یوں برآمد ہوا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: یا بنی تقدم بیٹا علی اکبرؑ آگے بڑھو علی اکبرؑ حکمِ امامؑ سے میدان کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا: الی الی یا بنی بیٹا ذرا میرے پاس آؤ۔ جب آپؑ نزدیک آئے تو امام حسینؑ نے تبرکات کا صندوق منگایا۔ اس میں سے زرہ نکال کر خود پہنی اور اپنی زرہ علی اکبرؑ کو پہنائی اور عمامہ سیاہ جو اپنے سر پر تھا وہ شہزادے کے سر پر باندھا اسی طرح شمشیر علی اکبرؑ کی نکال کر خود باندھی اور اپنی تلوار علی اکبرؑ کی کمر میں باندھی سب دیکھ رہے تھے کہ امامؑ اپنے کڑیل جوان کو رن کا دولھا بنا رہے ہیں اس کے بعد علی اکبرؑ کو گھوڑے پر سوار کیا اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے فرمایا: **اللھم اشھد علی ھاو لا ء القوم فقد برز الیھم غلام اشبھم الناس خلقا و خلقا و منطقا برسولک** خدایا تو گواہ رہنا کہ اس ظالم قوم کی طرف اب اسکو بھیج رہا ہوں جو صورت میں سیرت میں رفتار میں گفتار میں تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے جب میں رسولؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تو اپنے اس فرزند کو دیکھ لیتا تھا گویا حسینؑ کیلئے علی اکبرؑ نہیں جارہے بلکہ نانا رسول اللہؐ جا رہے ہیں حالت یہ ہے علی اکبرؑ آگے آگے اور حسینؑ پیچھے پیچھے گھوڑے کی رفتار جتنی بڑھ رہی ہے حسینؑ کے قدم بھی تیز ہو رہے ہیں۔ جواں بیٹا آگے آگے اور بوڑھا باپ پیچھے پیچھے جس طرح منیٰ میں حاجی اپنی اپنی قربانی لیکر جاتے ہیں۔ اسی طرح حسینؑ جارہے ہیں آگے بڑھ کر کبھی سر اور پیشانی کا بوسہ لیتے ہیں جب آپؑ کافی

دور نکل آئے تو خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ، بیبیاں خیمے سے باہر نکل پڑیں۔عزادارو مولاؑ پر عجیب مصیبت کا وقت ہے، آپؑ کی محبت گوارہ نہیں کرتی کہ بیٹے کو اکیلا جانے دیں مگر اہل حرم کی پریشانی ہے آپ کھڑے رہ گئے۔ پیچھے پسر سعد کا خیمہ تھا پکارے خدا تیری نسل کو قطع کرے جس طرح تو نے میری نسل کو قطع کیا ہے۔

بہر حال شبیہ پیغمبرؐ میدان میں پہنچے لشکر میں علی اکبرؑ کو دیکھکر چہ مگوئیاں ہونے لگیں کہ ہم کس سے لڑ رہے ہیں یہ تو ہو بہو رسولِ خداؐ میدان میں آ گئے۔لشکر میں کھلبلی دیکھ کر پسر سعد ملعون پکارا ارے یہ رسولؐ خدا نہیں بلکہ حسینؑ کا بیٹا علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ ہے۔غرض شہزادےؑ کے حملہ اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ ۱۲۰ اشقیاء کو واصل جہنم کیا اب لشکر مقابل سے کوئی سامنے نہ آتا تھا پیاس کی شدت نے بے چین کیا ہوا تھا باپ کی خدمت میں آئے اور کہا باباؑ آپ نے میری جنگ دیکھی امام حسینؑ نے کہا بیٹا تمہاری جنگ کے کیا کہنے کیوں نہ ہو شیر خداؑ کے پوتے ہو عرض کی (یا ابتاہ العطش قد قتلنی) بابا پیاس مارے ڈالتی ہے۔اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو جنگ دیکھتے اولادوالو امامؑ کے دل کی حالت کا اندازہ کرو جوان بیٹا جو میدان میں داد شجاعت دیکر لوٹا ہے اور پانی کا سوال کر رہا ہے یہ تو وہ آقا ہے جس نے کسی سوالی کا سوال آجتک رد نہیں کیا مگر افسوس کہ بیٹے کو پانی بھی نہیں پلا سکتے۔فرمایا (یا بنی ھات لسانک) بیٹا تم اپنی زبان میرے منہ میں دیدو شاید کچھ تسکین ہو جائے شہزادے نے اپنی زبان امامؑ کے منہ میں ڈالی مگر فوراً باہر نکال لی کہنے لگے (یا ابتاہ لسانک احبس من لسانی) بابا آپؑ کی زبان تو میری زبان سے زیادہ خشک ہے اس وقت امامؑ نے فرمایا: جاؤ بیٹا ساقیٔ کوثر سیراب کریں گے شہزادہ میدان میں آیا اور دوبارہ شجاعت کے جوہر دکھانے لگے حسین ابن نمیز نے جب آپکی شجاعت کا عالم دیکھا تو لشکر سے بولا علم کو بلند کرو اور دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤ۔لو عزادارو دونوں طرف صفیں بن گئیں اور

دونوں طرف سے شہزادےؑ پر وار ہونے لگے۔ ملزک ملعون نے پیچھے سے ایسی تلوار سر پر ماری کہ سر شگافتہ ہو گیا۔ شہزادے کو چکر آنے لگا مگر زین سے گرنا گوارہ نہ کیا گھوڑے کی گردن میں دونوں ہاتھ حمائل کر دیئے گھوڑے نے چاہا کہ لشکر سے باہر نکال دے مگر چاروں طرف صفیں جمی تھیں جدھر سے نکلنا چاہتا تلواروں اور برچھیوں کے وار ہوتے۔ شہزادےؑ کی حالت یہ ہوگئی کہ حتّٰی قطعوہ بسیوفھم اربا اربا یہاں تک کہ تلواروں نے شہزادےؑ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اتنے میں ایک نیزہ سینے پر ایسا لگا کہ گھوڑے سے زمین پر آئے اور آواز دی یا ابتاہ علیکَ منّی السّلام بابا میرا آخری سلام قبول ہو یہ صدا سنتے ہی امام حسینؑ بیتابانہ دوڑے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا پکارتے جاتے تھے ایـن ایـن عـلـی بیٹا تم کہاں ہو آواز دو بیٹا کہاں ہو جناب زینبؑ علی اکبرؑ کی لاش پر آ گئیں کہ میرا ماں جایا جواں بیٹے کی لاش پر کس طرح خود کو سنبھال سکے گا جب لاش پر پہنچے اور بہن زینبؑ کو روتے ہوئے دیکھا تو جواں بیٹے کی موت بھول گئے۔ اپنی رِدا اُتار کر بہن کو اُڑھائی اور خیمے میں پہنچا کر بیٹے کی لاش پر آئے اور فرمایا: اے بیٹا زندگانیٔ دنیا پر خاک ہے کہ تجھ سا بیٹا بوڑھے باپ کے سامنے دم توڑتا ہے اور بوڑھا باپ لاش اُٹھانے کو زندہ رہے مقتل میں ہے کہ جب امام حسینؑ لاشِ علی اکبرؑ کو مقتل سے لا رہے تھے تو ضعف کا یہ عالم تھا کہ بار بار لاش کو زمینِ گرم پر رکھ دیتے۔ جنابِ فضہ در خیمہ سے یہ حال دیکھ رہی تھیں روتی ہوئی نکل پڑیں اور امامؑ کے پاس جا کر فرمانے لگیں میرے مظلوم شہزادے میں تیری غربت اور بیکسی پر نثار لاؤ میں جوان بیٹے کی لاش اُٹھانے میں مدد کروں ہائے ہائے امامؑ پر کیسا وقت آ گیا تھا کہ فضہ کی مدد سے امام حسینؑ علی اکبرؑ کی لاش کو خیمے میں لائے لاش جب خیمے میں آئی تو ایسا کہرام بپا ہوا کہ کسی اور شہید کی لاش پر نہیں ہوا تھا سب بیبیاں حسینؑ کے کڑیل جوان کی لاش پر سینہ زنی کر رہی تھیں جناب زینبؑ اور اُم لیلیٰ

کی حالت سب سے خراب تھی۔ آج جس ماں کے دل میں علی اکبرؑ کے چاند سے چہرے پر سہرے کی لڑیاں دیکھنے کا ارمان تھا وہی دکھیا آج اس چہرے کو خاک و خون میں اٹا ہوا دیکھ رہی تھی خدا کسی کو جوان بیٹے کی وہ حالت نہ دکھائے جیسی اُم لیلیٰ نے کربلا میں دیکھی۔

مجلس نمبر (۱۵)

جناب حسنینؑ کے فضائل اور جناب علی اصغرؑ کی شہادت

حسین منی و انا من الحسین

رسولِ خداؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

اس حدیث پاک کا پہلا جز تو سب مسلمانوں کی سمجھ میں آتا ہے کہ ظاہر ہے اولاد باپ دادا سے ہوتی ہے اگر وہ نہ ہوتے تو اسکے ہونے کا سوال نہ تھا کیوں وہ سبب خلقت ہیں مگر دوسرا جز کہ رسول خداؐ فرماتے ہیں میں حسینؑ سے ہوں اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ میں اس سلسلے میں یہی عرض کروں گا کہ رسولؐ بانی اسلام تھے اور آپ کا مقصد و منشاء احیاء اسلام تھا رسولؐ کی ذات سے اسلام پھیلا آپؐ نے دنیا کو دین اسلام کا پیغام دیا اس سلسلے میں کسی مشقت اور قربانی سے گریز نہ کیا رسولؐ کے بعد دین اسلام پر وہ وقت پڑا کہ جب اقتدار وقت نے دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ٹھانی۔ حرام و حلال کا فرق مٹایا جانے لگا۔ سرِ دربار حلال محمدؐ کو حرام اور حرامِ محمدؐ کو حلال سمجھا جانے لگے اور ان تمام اعمال قبیحہ پر اس نے نواسۂ رسولؐ توثیق اور تائید چاہی یعنی اگر نواسۂ رسولؐ بیعت کر لیں تو اس بے دینی پر سبط رسول خداؐ کی سند مل جائے حسین علیہ السلام کیلئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی مساعی کو دین حق کی بربادی کی صورت میں دیکھتے اس لئے امام حسینؑ نے جان دیکر دین اسلام کو بچالیا اس طرح حسینؑ آدمؑ سے ختم المرسلینؐ سب کے محافظ بن گئے آج اگر اسلام باقی ہے تو حسینؑ کی بے مثال قربانی کے سبب سے آج اگر نبیؐ کا کلمہ پڑھا جارہا ہے آج اگر اذان میں خدا کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی گواہی دی جا رہی ہے تو حسینؑ کی شہادت کے سبب سے گویا بقائے رسول خداؐ اور اسلام حسینؑ کے

سبب سے ہے۔ آج اگر نبیؐ کی رسالت کی گواہی دی جا رہی ہے تو یہ حسینؑ کے سبب سے ہے۔

جس وقت ساری دنیا دین اسلام کو مٹانے کے در پے تھی چراغ ھدائت بجھنے کو تھا دنیا کو پھر رسولؐ کی ضرورت تھی لوگ حیرت میں تھے کہ اب کیا ہو گا لیکن جن کو حدیث رسولؐ پر یقین تھا وہ حسینُ منی و انا من الحسین یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں وہ سمجھ رہے تھے کہ نواسۂ رسولؐ دین محمدی کو بچائے گا آج ساری دنیا جو حسینؑ حسینؑ پکار رہی ہے اگر پوچھا جائے کہ کون حسینؑ تو یہی جواب ملے گا رسولؐ اسلامؐ کا نواسہ حسینؑ یعنی رسولؐ کا ذکر رسولؐ کی یاد رسولؐ کے دین کا اقبال اگر ہے تو حسینؑ ہی کی بدولت ہے۔ اسی واسطے تو رسولؐ نے ارشاد فرمایا حسینُ منی و انا من الحسین ؑ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں حسینؑ کو ذرا بھی رنج ہو وہ نہ خدا کو پسند تھا اور نہ رسولؐ کو نہ فاطمہؑ کو نہ علیؑ اور نہ حسنؑ کو حسینؑ سے فاطمہؑ کو اس قدر محبت تھی کہ خلاقِ عالم نے بھی کہہ دیا کہ جو فاطمہؑ کہے گی وہ ہمیں قبول ہے میں آپ کے سامنے اس کے ثبوت کیلئے تاریخی واقعات پیش کرتا ہوں۔

علامہ سید علی حمدانی شافعی لکھتے ہیں کہ جناب ابن عباس سے روائت ہے کہ ایک دفعہ جناب حسنینؑ نے کچھ لکھا امام حسینؑ نے امامِ حسنؑ سے فرمایا کہ میرا خط تم سے اچھا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا خط تم سے اچھا ہے۔ آخر اپنی مادرِ گرامی سیدہ فاطمہ زہراؑ سے عرض کی کہ آپؑ ہمارا فیصلہ کریں کہ کس کا خط اچھا ہے جناب فاطمہؑ نے اس خیال سے کہ اگر میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتی ہوں تو دوسرے کو دُکھ ہو گا کہا اپنے والد ماجد امیر المومنینؑ سے دریافت کرو۔ جب دونوں حضرت علیؑ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا اپنے نانا رسول مقبولؐ سے پوچھو۔ جب دونوں نے نانا سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں حکم نہیں بن سکتا جب تک جبرائیلؑ سے نہ

پوچھ لوں جب جبرائیلؑ نازل ہوئے تو عرض کی میں حکم نہیں بن سکتا۔ یہ میکائیل کا کام ہے میکائیل نے اسرافیل سے رجوع کرنے کو کہا حضرت اسرافیل نے کہا کہ میں حق سبحٰن تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ آپکا فیصلہ فرمائے خداوند تعالیٰ نے فرمایا: انکا فیصلہ انکی ماں کرے گی جناب سیدۃ نساء العالمینؑ نے فرمایا کہ: میں انکے درمیان فیصلہ کرتی ہوں معصومہؑ کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا دونوں صاحب زادوں کو مخاطب کر کے فرمایا میں اس ہار کو توڑ کر زمین پر ڈالتی ہوں۔ تم میں سے جو کوئی زیادہ موتی چنے گا میں اسکا خط اچھا سمجھوں گی یہ فرما کر وہ موتی زمین پر بکھیر دیئے۔ خدا سبحان تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور موتیوں کو دونوں صاحب زادوں کے درمیاں نصف نصف تقسیم کر دو تا کہ ان میں سے کوئی رنجیدہ نہ ہو۔ جبرائیلؑ نے دونوں حضرات کی عظمت وحرمت کے سبب موتی کے دانوں کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا سنا آپ حضرات نے کہ حسنؑ وحسینؑ کے بارے میں جو حکم سیدہؑ کرتی ہیں وہ مالک کو منظور ہوتا ہے اگر سیدہؑ کہہ دیں کہ بچو تمہارے کپڑے درزی کے پاس ہیں تو خلاقِ عالم رضوان کو درزی بنا کر بھیج دیتا ہے۔ یہ ہے حسنینؑ کی شان۔

ان دونوں بھائیوں میں اس قدر محبت تھی کہ، کشتی کرنا چاہتے ہیں تو آپس میں کشتی کرتے ہیں ایک مرتبہ دونوں بھائی آپس میں کشتی لڑ رہے تھے اس وقت جناب سیدہؑ بھی موجود تھیں جناب رسالتمابؐ فرماتے ہیں شاباش بیٹا حسنؑ اپنے بھائی حسین کو گرادو۔ سیدہؑ نے دیکھا کہ بابا جان حسنؑ کے دل کو بڑھاتے ہیں، تو سیدہؑ نے عرض کی بابا حسنؑ کا دل بڑھاتے ہو یعنی آپؐ کے کہنے کا مطلب تھا کہ حسینؑ کا بھی دل بڑھانا چاہیئے یہ سن کر بانئ اسلامؐ نے فرمایا: بیٹی میں کیا کروں جبرائیلؑ حاضر ہیں اور وہ حسینؑ سے کہتے ہیں کہ حسنؑ کو گرادو۔ اسلئے میں حسنؑ کا دل بڑھاتا ہوں۔ حضرت رسول خداؐ بھی حکم خدا سے حسن مجتبےٰؑ کا دل بڑھاتے ہیں اور جبرائیلؑ بھی حکم خدا سے

سے حسینؑ کا دل بڑھاتے ہیں عبد اور معبود میں کوئی یہ نہیں چاہتا کہ حسنینؑ سے کسی کو بھی دُکھ پہنچے یا دونوں میں سے کوئی بھی رنجیدہ ہو۔

جنابِ حسنینؑ کے فضائل تو بہت مگر میں مجلس طویل ہونے کے خوف سے اور بیان نہیں کرسکتا۔ صرف ایک واقعہ امامِ حسینؑ کا عرض کرنا چاہتا ہوں تا کہ رسول اللہؐ کی حسینؑ سے محبت ظاہر ہو سکے۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ آپؐ نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی اور وہ آواز امام حسینؑ سے ملتی جلتی تھی آواز کا سننا تھا کہ آپؐ کا دل بے چین ہو گیا، وعظ کو ترک کر دیا اصحاب سے فرمایا کہ دیکھو میرا حسینؑ تو نہیں روتا تم جاؤ اگر جلدی نہیں آؤ گے تو میں بھی خود آؤں گا۔ اصحاب گئے اور فوراً واپس آئے اور عرض کی! یا رسول اللہؐ صاحب زادہ نہیں روتا بلکہ مسجد کے قریب ایک مدرسہ ہے وہاں بچے پڑھتے ہیں ایک لڑکے نے اپنا سبق یاد نہیں کیا اس سبب سے اسکے اُستاد نے اس کو سزا دی ہے۔ پیغمبرؐ کو یہ علم ہو گیا کہ رونے والا بچہ میرا پیارا حسینؑ نہیں پھر بھی حکم فرمایا کہ: اس بچے اور اسکے اُستاد کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ دونوں آئے تو بچے کو دلاسہ دے کر چُپ کیا اور اُستاد سے فرمایا کہ: اسکی آواز میرے حسینؑ سے ملتی ہے اس لئے میں سفارش کرتا ہوں کہ اس بچے کو اب نہ مارنا آج رسول اللہؐ نے رونے کی آواز سنی اور وعظ ترک کر دیا اس طرح روز عاشورہ حسینؑ کے رونے کی آواز سنی وہ وقت جب تھا کہ جب آپؑ نے (هل من ناصر ينصرنا) کی صدا بلند فرمائی کوئی ہے جو میری مدد کرے اس وقت خیام سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں امامؑ خیمے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے بہن ابھی میں زندہ ہوں اس طرح رونے کا سبب کیا ہے؟ جناب زینبؑ نے کہا بھائی آپؑ کے استغاثے کی صدا سن کر علی اصغر نے خود کو جھولے سے گرالیا ہے یہ سن کر آپؑ نے فرمایا بہن لاؤ میرے

شیر خوار کو اس سے بھی رخصت ہو لوں جناب زینبؑ علی اصغرؑ کو لے آئیں آپؑ نے دیکھا کہ بچہ پیاس سے تڑپ رہا ہے۔ گردن ڈھلی جاتی ہے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں یہ دیکھ کر سینے سے لگایا اور عبا کا سایہ کئے ہوئے خیمے سے باہر نکلے اور ایک بلندی پر تشریف لے گئے لشکر والے آپس میں کہنے لگے کہ حسینؑ شاید قرآن لائے ہیں امامؑ نے عبا کا دامن ہٹایا تو پھول کی طرح مرجھایا ہوا بچہ علی اصغرؑ نظر آیا امامؑ نے بچے کو ہاتھوں پر بلند کیا اور فرمایا: اے قوم جفا کار اگر تمہارے خیال باطل میں میں خطا کار ہوں تو اس معصوم بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا بچہ پیاس سے تڑپ رہا ہے اسکی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ مگر جواب نہ ملا پھر فرمایا: اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ بچے کے بہانے سے پانی مانگ کر میں خود پی لوں گا تو میں اسے زمین گرم پر لٹا دیتا ہوں تم خود اسے آ کر اپنے ہاتھ سے پانی پلا دو جب اسکا بھی کوئی جواب نہ ملا تو امامؑ نے بیٹے کی طرف دیکھ کر فرمایا: بیٹا تیرے باپ سے جو کچھ کوشش ہو سکتی تھی کر لی تم بھی حجت خداؑ کے فرزند ہو ان اشقیاء پر حجت تمام کر دو یہ کلام امامؑ سن کر معصومؑ نے ڈھلی ہوئی گردن اُٹھائی ایک نظر لشکر پر ڈالی اور منہ کھول کر سوکھی ہوئی زبان ہونٹوں پر پھرانا شروع کی مطلب یہ تھا اے قوم جفا کار میں پیاسا ہوں یہ دیکھ کر لشکر اعدا میں تہلکہ مچ گیا اشقیاء تک منہ پھیر پھیر کر رونے لگے۔ لشکر میں انقلاب کے آثار دیکھ کر عمر سعد نے حُرملہ سے کہا اے حرملا! **اقطع کلام الحسین** حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ حُرملہ نے تین پھل کا تیر کمان میں جوڑا اور گردن بے شیر کی طرف رہا کر دیا۔ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر بچے کا گلہ چھد گیا امامؑ کا بازو زخمی ہوا اولا دوالوں اس قدر پھول جیسے صغیر بچے بھی نہر کئے جاتے ہیں امامؑ نے خون بے شیر ہاتھوں پر لیا اور چہرے پر مل لیا اور فرمایا: حشر میں اسی طرح ناناؐ کے پاس جاؤں گا۔

امام مظلومؑ علی اصغرؑ کی لاش ہاتھوں پر لئے کھڑے ہیں غیرت سے قدم نہیں اُٹھتے

انصاف کرو کہ رباب اگر پوچھے گی مولاؐ میرے بچے کو پانی پلا لائے تو کیا جواب دوں گا۔

جب جنابِ مختارؒ کے سامنے ابو خلف کو گرفتار کر کے لایا گیا تو مختار نے پوچھا اے ملعون یہ بتا کہ روز عاشورہ تیرا دل میرے مولاؐ کی مصیبت پر کہیں نرم بھی ہوا تھا یا نہیں تو اس شقی نے جواب دیا اے امیر ایک وقت ایسا آیا تھا کہ میں نے تمنا کی تھی کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور حسینؑ کی یہ حالت نہ دیکھتا جنابِ مختارؒ نے کہا کہ بیان کر اسنے کہا علی اصغرؑ تیر حُرملہ سے شہید ہو چکے تو امام حسینؑ لاش کو لے کر آہستہ آہستہ خیمے کی طرف چلے میں دیکھ رہا تھا کہ حسینؑ کیا کرتے ہیں اے امیر میں نے دیکھا فرزند رسولؐ کچھ راستہ چلتے ہیں اور رک جاتے ہیں پھر واپس آتے ہیں۔ مجھکو آپؑ کی اس حالت پر تعجب ہوا ایک بی بی درِ خیمہ پر کھڑی تھی تو میں سمجھا یہ بچے کی ماں ہوگی اور اپنے بچے کی راہ دیکھ رہی ہوگی۔ اے امیر امامؑ کی اس بیکسی پر میں بے چین ہو گیا۔ یہ سن کر مختار رونے لگے اور کہا اے شقی بیان کر پھر مولاؐ نے کیا کیا اس نے کہا پھر حسینؑ خیمے کی طرف نہ گئے اور میدان میں آئے تلوار سے ننھی سے قبر کھود کر بچے کو دفن کر دیا۔ مختار رونے لگے اور کہا میرے مولاؐ نے کتنا اچھا کام کیا۔ جانتے تھے کہ شہدا کے سر کاٹ کر نیزوں پر بلند ہوں گے تو جناب اصغرؑ کا سر اس سے بچ جائے گا۔ یہ سن کر ابو خلف بولا اے امیر ایسا نہیں ہوا۔ شہادت حسینؑ کے بعد ننھی قبر کھود کر معصومؑ کا سر کاٹا گیا اور نیزے پر بلند کیا گیا۔

مجلس نمبر (۱٦)

شبِ عاشور

تعسوا یوم حصر فیه الحسین

نویں محرم وہ قیامت خیز تاریخ ہے جس میں امامِ حسینؑ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گئے۔

زہے تقدیر اس کی جو اس مجلس میں آئے۔ یا روئے یا کم از کم رونے کی صورت بنائے اور جناب زینبؑ اور فاطمہ زہراؑ کی دُعائیں لے۔

رونا جو نہ آئے تو رونے والی صورت بنا لو۔ جس طرح بنے فاطمہ زہراؑ کی دُعا لو عزادارو کل کی ایک مجلس باقی رہ گئی صرف آج کی شب آپ کا آقاؑ مہمان ہے۔

پاؤ گے نہ کل فاطمہؑ کے نورِ عین کو
رخصت کرو علم سے لپٹ کر حسینؑ کو

ایک غریب مظلوم کو قتل کرنے کیلئے کربلا میں کتنی فوج تھی آپ کے سامنے کیا عرض کروں یہ سمجھ لیجئے کہ ابن زیاد کی طرف سے یہ اہتمام تھا کہ کوئی لڑنے والا سپاہی کوفے میں باقی نہ رہ جائے کربلا کی زمین فوج کی کثرت سے سمندر کی طرح موجیں مار رہی تھی صرف فاطمہؑ کے لال کو شہید کرنے کیلئے اس قدر اہتمام کیا تھا اور آپؑ کے بیکس و مظلوم آقاؑ کی فوج کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ نہ تھی۔ پھر سخت مصیبت یہ تھی کہ مولانا علی نقی قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ: عرب کا تپتا ہوا ریگستان اس پر خیامِ حسینی میں کم سِن بچے ساتویں سے پانی بند آپ ہی انصاف کیجئے آج نویں تاریخ تک ان پیاسوں کی پیاس کا کیا عالم ہوگا۔

آج دشمن کی فوج سے صلح کی اُمید بھی ختم ہوگئی شمر کوفے سے ابن زیاد کا خط لیکر وارد ہو گیا ہے۔اس خط کا مضمون کس زبان سے عرض کروں ملعون نے لکھا تھا کہ اگر حسینؑ خود کو میرے سپرد کردے تو خیر ورنہ فوراً ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کردو اور انکے سر کو کاٹ کر مجھے روانہ کردو اور لاش کے اعضاء جدا جدا کر کے ان پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔

جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ کی شام کو میں اپنے خیمے میں بیٹھی تھی بھائی بھی بیٹھے تھے دفعتاً میں نے کیا دیکھا کہ میرے بھائی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اس وقت میں نے عرض کی کہ کاش میں پیدا نہ ہوتی یا آج کے دن اندھی ہوتی کہ تمہارا یہ اُترا ہوا چہرہ نہ دیکھتی بھیا چہرے کے رنگ بدلنے کا سبب کیا ہے عزادارو آپ کے آقاؑ نے کیا جواب دیا اگر سننے کی تاب ہو تو سینے پر ہاتھ رکھ کر سنو۔امامؑ نے فرمایا اے بہن زینبؑ اس وقت کربلا میں وہ خط آیا ہے جو میرے بچوں کو یتیم کرے گا، تجھے بن بھائی کا کرے گا میری عورتوں کو بیوہ کرے گا بہن شمر ملعون وارد کربلا ہوا ہے یہ سن کر زینبؑ کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں رخساروں پر طمانچے مار کر کہنے لگی ہائے اب میرا بھائی نہ بچے گا۔یہ وہ شقی ہے جس کی خبر میری ماں فاطمہؑ نے دی تھی۔

عزادارو جب یہ خط عمر سعد کے پاس پہنچ گیا تو اس نے فوراً جنگ کی تیاری کی اور امامؑ کے خیام پر حملے کا حکم دیدیا۔امامؑ شام کے وقت خیمہ مبارک کے دروازے پر تلوار کا سہارا لئے گھٹنوں میں سر رکھے بیٹھے اور کچھ نیند کا غلبہ تھا۔گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز جناب زینبؑ کے کانوں میں آئی۔جناب زینبؑ بیتابانہ بھائی کے پاس آئی اور کہا بھیا دیکھو دشمن کے لشکر کی آواز بہت قریب آ گئی ہے حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: میں نے ابھی نانا کو خواب میں دیکھا ہے فرماتے تھے تم عنقریب میرے پاس آ جاؤ گے یہ سنکر جناب زینبؑ نے افسوس کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹ لیا امام

نے تسکین دی اور صبر وسکوں کی تلقین کی۔

جب پسر سعد کے حکم سے لشکر لڑنے کو آمادہ ہوا اس وقت امامؑ نے جناب عباسؑ کو بھیجا بمشکل تمام فرزند رسولؐ کو ایک رات کی مہلت ملی عزادارو وہ آج کی رات ہے وہ کس طرح آپکے آقا اور انکے اصحاب وانصار اور خانوادۂ رسالت نے بسر کی ساری رات عبادت خدا میں بسر کی۔ راوی کا بیاں ہے کہ (لهم دوی قدوی النحل)ان کی آوازِ تحلیل تسبیح وتقدیس رات کے سنائے میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ انکے چھتوں سے آتی ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے اس شب اپنے اصحاب پر حجت تمام فرمائی اور ان کی وفاداری کا امتحان لیا آپؑ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں میں علیل تھا مگر بابا کیا فرماتے ہیں سننے کیلئے قریب گیا آپ نے فرمایا! میں نے اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار کسی کے اصحاب کونہیں پایا نہ میرے عزیزوں سے زیادہ کسی کو اطاعت کرنے والے عزیز ملے۔ خدا تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔ کل کا دن فیصلے کا دن ہے۔ جو بھی میرے ساتھ رہے گا قتل ہوگا میری رائے یہ ہے کہ تم سب لوگ خوشی سے چلے جاؤ میری طرف سے تم پر کوئی ذمہ داری نہیں مطلب یہ تھا کہ میں اپنی بیعت اُٹھائے لیتا ہوں رات کا اندھیرا ہے اس کو غنیمت سمجھو اور یہاں سے جلد نکل جاؤ اسکے بعد حضرت امام حسینؑ کو خیال ہوا ممکن ہے اصحاب یوں جانے میں شرم محسوس کرتے ہوں اور اسکا انکے دل پر صدمہ ہو اسلئے حضرت امام حسینؑ نے عجب حسرت کا کلمہ فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک میرے کسی عزیز کا ہاتھ پکڑ کر لے جائے انہیں تو صرف میری جان سے کام ہے ان کی بھی جان بچ جائیگی حضرت امام حسینؑ نے شمع بھی بجھا دی تھی کہ نظر کی شرم کا بھی سوال نہ رہے۔

امامؑ کی گفتگو سُن کر مجمع میں بے چینی پیدا ہوئی سب سے پہلے جس کی آواز بلند

ہوئی وہ وہب تھے اور آپؑ کے ساتھ بھائیوں بھتیجوں اور دوسرے عزیزوں نے کہا کہ مولا ہم آپؑ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جا سکتے۔ آپکے بعد انصار میں سے پیرانہ سال صحابی مسلم ابن عوسجہ کھڑے ہوئے اور کہا آقا ہم آپؑ کا ساتھ چھوڑ دیں گے خدا کی قسم نہیں میں ان دشمنوں سے سب سے پہلے لڑوں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ انکے سینوں کے پار ہو جائے اور تلوار سے لڑوں گا جب تک اسکا قبضہ میرے ہاتھ میں رہ سکے۔ اگر ہتھیار نہ ہونگے تو میں انہیں پتھر ماروں اور آپؑ کی حمائت کروں گا یہاں تک کہ آپؑ کے قدموں میں اپنی جان نثار کردوں اسی قسم کی تقاریر دوسرے اصحاب و انصار نے بھی کیں۔ آپؑ نے سب کو حسرت بھری نظروں سے سب کو دیکھا اور دُعا خیر دی آپؑ نے اصحاب باوفا کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ: جیسے اصحاب مجھے ملے ویسے نہ میرے نانا کو ملے، نہ میرے بابا کو ملے اور نہ بھائی حسنؑ کو ملے۔

ناگاہ خیمہ اہلبیتؑ سے پس پردہ کسی کی آواز آئی کہ اے وفاداروں ہم اہلبیتؑ کی طرف سے تم کو جزائے خیر ہو تم اپنے ارادوں میں ایسے ہی ثابت قدم رہو یہ آواز غالباً جناب زینبؑ و اُم کلثومؑ کی ہوگی۔

حضرت امام حسینؑ نے حجت تمام کرتے ہوئے شمع کو گل کر دیا تھا اس دوران کچھ لوگ چلے گئے مگر جب امامؑ نے دوبارہ شمع روشن کی تو وہ تمام اصحاب باوفا موجود تھے جنکے نام فہرست شہدا میں تھے۔

شبِ عاشورا امام حسینؑ اہل حرم کے خیموں کے گرد بھی گئے جب بہن زینبؑ کے خیمے پر پہنچے تو دیکھا بہن اپنے دونوں بیٹوں کو سمجھا رہی تھیں دیکھو بیٹوں کل ماموں پر مصیبت کا دن ہے روز قربانی ہے سب سے پہلے اپنے ماموں پر نثار ہونا ایسا نہ ہو کہ مجھے دوسری بیبیوں کے سامنے شرمندگی ہو۔ امامؑ نے دُعا خیر دی وہاں سے اپنی بھابی اُم فروہ کے خیمے کی طرف گئے دیکھا کہ قاسمؑ کو سامنے بٹھا کر کہہ رہی تھیں بیٹا کل سب

سے پہلے چچا پر جان نثار کرنا آپؑ نے دُعا خیر دی بھائی عباسؑ کے خیمے کی طرف گئے دیکھا کہ تلوار کو سیقل بھی کرتے جاتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو کل کی قربانیوں کیلئے تیار بھی کر رہے ہیں۔

ایک خیمے سے رونے کی آواز آرہی تھی جناب عباسؑ وہاں گئے تو دیکھا اُم کلثومؑ رو رہی ہیں آپؑ نے کہا شہزادی رونے کا سبب پوچھا انہوں نے کہا کل قربانی کا دن ہے سب اپنے پیاروں کو قربان کر کے سرخرو ہونگے میرے تو اولا دنہیں جسے بھائی پر قربان کروں جناب عباسؑ بولے شہزادی غم نہ کریں کل میں آپؑ کی طرف سے بھائی پر قربان ہونگا۔ امام دونوں بھائی بہن کی گفتگو سن کر روئے اور کلمات جزائے خیر کہتے ہوئے آگے بڑھے تو دیکھا اُم لیلیٰ اپنے خیمے میں بیٹھی ہیں شمع کے سامنے علی اکبرؑ لیٹے ہیں اپنے کڑیل جوان کا چاند سا چہرہ دیکھتی جاتی ہیں اور روتی جاتی ہیں اور علی اکبرؑ سے کہہ رہی ہیں بیٹا مجھے اپنی دادیؑ کے سامنے سرخرو کرنا۔

عزادارو شب عاشور کی اس مجلس کو اس واقعہ پر ختم کرنا چاہتا ہوں جناب زینبؑ نے بھائی کو بلایا اور کہنے لگیں بھیا اکثر رات کو خیموں کے چاروں طرف سے رونے کی آواز آتی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کو روتی ہے امام حسینؑ نے کہا بہن تم نے رونے والی کو پہچانا نہیں یہ ہماری مادرِ گرامیؑ ہیں جو ہمارے ساتھ ساتھ مرقد کو چھوڑ کر کربلا آئی ہوئی ہیں اور ولدی ، ولدی کہہ کر گریہ کرتی رہتی ہیں۔

مجلس نمبر (۱۷)

روزِ عاشورا امام حسینؑ کی شہادت

صلّی اللہ علیک یـا ابا عبداللہ و صلّی اللہ علیک یاابن رسول اللہ و علی المستشھدین معک ہ

عزاداروں آج کونسا دن ہے آپ حضرات جانتے ہیں آج وہ قیامت کا دن ہے کہ آج پنجتنؑ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ آج رہبر اسلام کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا گیا ہے آج انکے اہل حرم کے خیمے جلائے گئے ہیں۔ آج رسول اللہؐ کے چھوٹے نواسے کو ظلم و ستم سے شہید کیا گیا ہے۔ آج جناب سیدہؑ کو رسول خداؐ کو امیر المومنینؑ کو امام حسنؑ کو پرسہ دینے کا دن ہے کل سے عزاخانہ سنسان ہوگا کسے خبر کہ وہ آئندہ سال یہ غم منانے کیلئے زندہ بھی رہیگا یا نہیں آج یہ مظلوم امامؑ کو رُخصت کرنے کا دن ہے گریہ و زاری و سینہ زنی کا وقت ہے۔ کل نہ علم ہونگے نہ تعزیئے آپکے چھٹے امامؑ سے ایک شخص نے پوچھا یا ابن رسول اللہؐ امام حسینؑ پر رونے کا کتنا ثواب ہے یہ سن کر امامؑ رونے لگے اس قدر شدت سے روئے کہ آپکی ریش مبارک تر ہوگئی اور فرمایا کہ: جو امام حسینؑ پر رویا اس نے ہم اہلبیتؑ کا حق ادا کر دیا۔ پوچھا مولاؑ کس طرح سے روئے فرمایا کہ: جیسے اپنے عزیز پر روتے ہو۔ اسی طرح میرے جدؑ کے مصائب پر روؤ میں عزادار و امامؑ کی رخصت بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس غریب کی شہادت پر مجلس کا خاتمہ ہوگا۔ عزادار و مولاؑ اشقیاء سے جنگ کرنے کے بعد اب آخری رخصت کو آئے ہیں انصار کے خیمے کی طرف مولاؑ نے یک نگاہ دیکھا خیمے خالی ہیں ارے یہاں چند ساعت پہلے حسینؑ کے بہادروں کی آوازیں آرہی تھیں جہاں رونقیں تھیں وہاں اداسی برس رہی ہے ان خیموں کو دیکھ کر آسماں بھی رو رہا ہوگا۔ زمین کربلا رو رہی ہوگی

آقاؑ نے یہ حالت دیکھی اور فرمایا(یا لیتنی کنت معکم فا فوزفوزا عظیما) آقا و مولاؑ نے آواز دی(یا زینبؑ یا ام کلثومؑ یا سکینہ یا رباب ،یا ام لیلی و یاام فروی علیکنّ منّی السّلام) یازینبؑ اُم کلثومؑ یاسکینہ ویار باب ، یا اُم لیلی ویاام فرویٰ تم سب پر میرا آخری سلام ہو اس وقت خیمے میں اہل حرم کے دلوں میں کیسا یاس کا عالم ہوگا۔ زینب بھائی کی فکر کرتی ہوں گی یا اپنے دل بند عون ومحمد کو یاد کرتی ہونگی اُم لیلیٰ کڑیل جوان کے غم میں نالہ وفریاد کرتی ہونگی۔ اپنے آقا ووالی کی فکر میں مبتلا مادرِ قاسم کم سن قاسمؑ کے ٹکڑے ٹکڑے لاش کو یاد کرے آنسو بہا رہی ہونگی۔ اُم کلثوم بھائی عباسؑ کو یاد کر کے روتی ہونگی رباب اصغرؑ کی پیاس یاد کر کے اشک بہاتی ہونگی اور سکینہ باباؑ کا انتظار کرتی ہوں گی۔ مولاؑ کی آواز سن کر تمام بیبیاں کھڑی ہوگئیں ۔امامؑ حضرت زین العابدینؑ کے پاس آئے اور بازو پکڑ کے سورۂ حمد کی تلاوت کی امام زین العابدینؑ نے غش سے آنکھیں کھولیں تعظیم کیلئے اُٹھنا چاہتے تھے مگر اُٹھ نہ سکے۔ اپنی پھوپھی جناب زینبؑ سے کہا کہ مجھے سہارا دیکر اُٹھایئے جب آپؑ کو اُٹھا کر بٹھایا تب مظلوم کربلاؑ نے پوچھا بیٹا کہو کیا حال ہے جواب دیا الحمد للہ بیمار کربلا نے پوچھا کہ بابا جان آپؑ کے اور فوج کے درمیان کیا طے پایا؟ بیٹا صلح کی اُمید قطع ہوگئی ہمارے اور انکے قتل سے زمین کربلا خون خون ہو رہی ہے اس وقت امام زین العابدینؑ نے پوچھا(این این حبیب ابن مظاھر) بابا حبیب ابن مظاہرؒ کہاں ہیں آقا نے جواب دیا قتل ہوگئے پھر پوچھا(این این مسلم ابن عوسجه) بابا مسلم ابن عوسجہ کہاں ہیں؟ بیٹا قتل ہوگئے۔ پھر پوچھا(این این عم بابا الفضل العباسؑ) بیٹا قتل ہو گئے۔ پھر پوچھا(این این اخ علی الاکبرؑ) جواب ملا(یا بنی ما بقی الا انا وانت) علی اکبرؑ کے بارے میں سوال پر جناب زینبؑ بھائی کا چہرہ دیکھنے لگیں کہ اب بھائی کیا جواب دیں گے امامؑ بولے اے زین العابدینؑ! تم کہاں تک پوچھو گے اور

یوں سمجھ لو کہ مردوں میں اب میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں بچا انصار واصحاب کے سب خیمے خالی ہیں میں بھی تم سے رخصت ہو کر جاتا ہوں یہ سن کر بیمارِ کربلا شدت سے روئے اور پھوپھی سے کہنے لگے پھوپھی اماں میرا عصا اور تلوار لا دیجئے امامؑ نے پوچھا بیٹا عصا اور تلوار کا کیا کرو گے؟ بولے عصا کا سہارا لیکر تلوار سے آپکی نصرت میں جنگ کروں گا۔ یہ سن کر امامؑ بہت روئے اور بولے بیٹا تم حجت خدا ہو اور زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی۔ میرے بعد بیواؤں اور معصوم بچوں کا خیال رکھنا ان کا تم ہی آسرا ہو اگر تم بھی شہید ہو جاؤ گے تو ان بے سہاروں کا کون سہارا بنے گا۔ بیٹا جب مدینے جانا تو ہمارے شیعوں کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ تم کرب و بلا میں بہت یاد آئے جب میں اپنے معصوم بچے کیلئے پانی طلب کر رہا تھا اور کسی کو رحم نہ آیا اے مرے شیعو جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔

عزادارو مولاؑ کی قیامت خیز رخصت تھی تمام عورتیں اور بچے آپکے چاروں طرف جمع ہو گئے کوئی پاؤں پکڑتا، کوئی ہاتھ تھامتا ہے، کوئی دامن پکڑ کر رو رہا ہے حسینؑ سب کو صبر کی تلقین کر رہے ہیں اور خود آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اولاد والو سوچنے کا مقام ہے کہ جب کوئی ہمارے گھروں سے کہیں جاتا ہے ہر چند کہ اسکے واپس آنے کا یقین بھی ہوتا ہے تو ہماری کیا حالت ہوتی ہے مگر کربلا میں تو تمام بیبیوں اور بچوں کو یقین تھا کہ جو رَن میں جاتا ہے واپس نہیں آتا ہے اسکی لاش آتی ہے۔ اپنے آقاؑ جو انکے آخری سہارے ہیں انکو کس دل سے رخصت کریں ہر کوئی آقاؑ کو صدائیں دے رہا ہے۔ آخر امامؑ نے رو رو کر بہن سے کہا بہن صبر کرو اور ان سبکو دلاسا دو اب اس قافلے کی قافلہ سالار تم ہو سب کا خیال رکھنا۔

عزادارو دیکھا آپ نے مولاؑ کس طرح رخصت ہوئے؟ مولاؑ کو کس نے گھوڑے پر سوار کیا؟ اب تو مولاؑ کو گھوڑے پر سوار کرنے والا بھی کوئی نہیں اب مولاؑ کچھ دیر کے

مہمان ہیں تین روز کا بھوکا پیاسا صبح سے تا عصر لاشیں اُٹھانے والا آخر کب تک لڑ سکتا ہے آپ نے ایک صدا سنی (یا یّھا الّذین آمنوا اوفوا بالعقود) اے ایمان والو اپنے وعدے کو پورا کرو امامؑ نے لڑنے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا (انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون ہ) آپ کے آقاؑ نے تلوار نیام میں رکھ لی اور گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں بھاگتی ہوئی فوج واپس آئی اور چاروں طرف سے ابوعبداللہ کو گھیر لیا کوئی تلوار مارتا ہے کوئی نیزہ کوئی تیر امامؑ زخم پر زخم کھاتے چلے۔ موائزے انبیاء میں لکھا ہے کہ کبھی مولا کھڑے ہوکر چند قدم چلتے اور کبھی منہ کے بل زمین پر گر پڑتے جب آپؑ اُٹھتے تو اشقیاء تلواروں، نیزوں اور تیروں کے وار کر کے پھر گرا دیتے۔

بھائی شیدا جناب زینبؑ نے جب بھائی کو گھوڑے پر نہ دیکھا تو خیمے سے نکلیں مگر ہر طرف لشکر کہاں جائیں۔ یا اخی یا اخی کی فریاد کرتی جاتی تھیں ارے بے رحمو کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں جو نبی کے نواسے کی مدد کرے آخر ایک بلندی پر پہنچیں جسے تلۂ زینبیہ کہتے ہیں وہاں سے جناب زینبؑ نے یہ منظر دیکھا کہ بھائی کے سینے پر قاتل سوار ہے اور خنجر سے ذبح کر رہا ہے۔

جنابِ زینبؑ ابن سعد کو مخاطب کر کے پکاریں (یاابن سعد قطع اللہ رحمک قتلت اخی ابا عبداللہ و انت تنظر) انتہائی بے چینی سے ابن سعد کو مخاطب کر کے پکاریں ابن سعد خدا تیری نسل کو قطع کرے! ابوعبداللہ قتل ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا سرخ و سیاہ آندھیاں چلنے لگیں سورج کو گہن لگ گیا فرأت کا پانی اُچھلنے لگا بہن زمین پر گر پڑیں جبرائیل امینؑ کی صدا گونجنے لگی (الا قتل الحسین بہ کربلا الاذبح الحسین بکربلا) جناب زینبؑ کھڑی ہوکر بھائی کی لاش کے گرد بے چینی سے گھوم رہی تھیں کلیجہ ہاتھوں سے پکڑے ہوئے وامحمدا، واعلیا کی فریاد کر رہی تھیں۔

مجلس نمبر (۱۸)

شامِ غریباں

انا للہ و انا الیہ راجعون

آج خطیب کس کا خطبہ پڑھے۔ آج خطیب ممبر کا نواسہ اپنے ہی خون میں نہایا ہوا بے گور و کفن خاک پر پڑا ہے۔ آج فاطمہؑ کا چاند غروب ہو گیا۔ آج کی شب اہلبیت کیلئے بڑی مصیبت کی شب ہے دنیا میں ایسی شب کا سامنا کسی کو نہ ہوا ہو گا۔

جب ذرّیت رسولؐ کو دشمنانِ دین اچھی طرح لوٹ چکے۔ حسینی خیمے جل کر خاک ہو گئے۔ تو بیبیاں بے والی و وارث بن کر خاک پر بیٹھ گئیں ایک جلی ہوئی قنات کا پردہ کیا جناب زینبؑ نے بچوں کو تلاش کر کر کے جمع کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ جناب سکینہ اور کئی بچے غائب ہیں جناب زینبؑ نے بہن اُم کلثومؑ سے کہا بہن بچے دکھائی نہیں دیتے کیا کرنا چاہیئے کہا بہن چلو ہم دونوں تلاش کرتے ہیں رات کے اندھیرے میں بچوں کو ڈھونڈنے علی کی بیٹیاں نکلیں آہ دخترانِ فاطمہؑ پر کیسی مصیبت کا وقت آ گیا تھا۔ ہر طرف مقتل شہدا میں بچوں کو پکارتی تھیں۔ عزادارو یہ وہی علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں ہیں کہ جب مدینے سے روانہ ہوئیں تھیں تو انکی سواری کیلئے کیا کیا اہتمام ہوئے تھے اب کہاں تھے قاسمؑ، علی اکبرؑ، عباسؑ اور حسینؑ کہ انکے پردے کا اہتمام ہوتے۔ واقعی یہ شامِ غریباں ہے۔ زینبؑ و اُم کلثومؑ میدان میں ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہیں ایک طرف نگاہ پڑی تو دیکھا کہ سکینہ ایک لاش سے لپٹی ہوئی فریاد کر رہی ہے جناب زینبؑ نے قریب جا کر پوچھا بیٹی کس کی لاش سے لپٹی فریاد کر رہی ہو؟ رو کر کہنے لگی کہ اے پھوپھی یہ میرے باباؑ کی لاش ہے۔ کہا کہ بیٹی کسطرح سے پہچانی؟ نہ لاش پر سر ہے نہ لباس ہے۔ جنابِ سکینہ نے جواب دیا جب خیموں میں آگ لگی تو

میں مقتل کی طرف جا رہی تھی اور پکار رہی تھی اور فریاد کر رہی تھی کہ (این ابی این ابی) ناگاہ اس نشیب کی طرف سے آواز آئی (یا بنی الی الی) اے بیٹی ادھر آؤ میں یہاں سر کٹائے سو رہا ہوں جب میں لاش کے پاس گئی تو دونوں ہاتھ اُٹھا کر مجھ کو اپنے سینے سے لگالیا تو میں سمجھ گئی کہ یہ لاش میرے بابا کی ہے۔ اسکے بعد زینبؑ و اُم کلثومؑ باقی بچوں کی تلاش میں چلیں ایک جھاڑی کے قریب دیکھا کہ دو بچے گلے میں بانہیں ڈالے پڑے ہیں جناب زینبؑ سمجھیں کہ بچے سو رہے ہیں شانہ ہلایا تو پتہ چلا کہ دونوں کی روح پرواز کر چکی ہے۔ شہزادیوں نے دیکھا کہ سینوں پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان ہیں نہ معلوم یہ دونوں بچے گھوڑوں کی ٹاپوں سے یا پیاس کی وجہ سے دنیا سے اُٹھ گئے دوسری روائت میں لکھا ہے کہ بہنوں نے دیکھا کہ بچے بھوک اور پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں اور آنسوؤں سے زمین تر ہے۔ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیوں نے دونوں بچوں کی لاشیں اُٹھائیں اور اہل حرم کے پاس لائیں تو سب بیبیاں رونے لگیں۔

پسر سعد کے لشکر میں جب خبر ہوئی کہ اہلبیتؑ کے دو بچے پیاس سے ہلاک ہو گئے تو کچھ لوگ ابن سعد کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر ہم نے تمہارے کہنے سے اولاد رسولؐ کو شہید کیا! حسینؑ شہید ہو گئے اب کی دکھیا عورتوں اور یتیم بچوں کا کیا قصور ہے تین دن ہو گئے کہ پانی نہیں ملا اب تو بچے پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں ان لوگوں کیلئے کھانا اور پانی بھیج دو یہ سنکر اس شقی نے کہا جیسے تمہاری مرضی ہو وہ کرو۔ جب اجازت ملی تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کون لیکر جائے حسین بن نمیر کی بیوی سے کہا تو لے جا تو اس نے کہا کہ لیلیٰ کے اٹھارہ برس کے جوان کے کلیجے میں برچھی ماری ہے کس منہ سے جاؤں حُرملہ کی بیوی سے کہا گیا تو کہا علی اصغرؑ کو تیر سہ شعبہ مارا ہے شمر کی زوجہ کا جواب تھا بہن کے سامنے بھائی کو ذبح کیا ہے زینبؑ مجھ سے یہ نہ پوچھیں گی

بھائی کو ذبح سے پہلے پانی پلایا تھا یا پیاسہ ہی ذبح کر ڈالا۔ آخر جناب حر کی زوجہ سے کہا گیا وہ تیار ہوئی۔

یہاں بیبیوں نے اپنے اپنے وارثوں کو یاد کر کے رونا شروع کیا زینبؑ نے فرمایا کہ: اے بیبیوں کل کی بات ہے کہ تمہاری حفاظت کیلئے حبیب ابن مظاہرؓ تھے، زہیر قینؓ، مسلم ابن عوسجہؓ، قاسمؑ، علی اکبرؑ اور عباسؑ موجود تھے خود حسینؑ تھے اب کوئی نہیں میرا فرض ہے کہ تم سب کی حفاظت کروں یہ سن کر سب بیبیاں رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ ثانی زہراؑ ہمارے ہوتے ہوئے آپؑ اس خدمت کو انجام دیں۔ جناب زہراؑ اس پر راضی نہ ہوئیں اور فرمایا بھائی حسینؑ نے سب اہل حرم کو میرے سپرد کیا ہے ایک ٹوٹا ہوا نیزہ لیکر پھرنے لگیں ناگاہ آپؑ کو ایک روشنی نظر آئی جناب زینبؑ آگے بڑھیں اور پکار کر کہا اے اس طرف آنے والو! ہمارے بچے بھوکے پیاسے تھک ہار کر بڑی مشکل سے سوئے ہیں ہمارے پاس اسباب بھی نہیں پھر بھی اگر لوٹنا ہے تو کل صبح آجانا اس وقت لوٹ جاؤ مگر دیکھا روشنی قریب آرہی ہے کچھ اور قریب آنے پر زوجہ حُر نے کہا شہزادی میں حُر کی بیوہ ہوں میں آپؑ کو آپؑ کے بھائی کا پرسہ دینے آئی ہوں اور بچوں کی فاقہ شکنی کرادوں یہ سن کر جناب زینبؑ نے حُر کی زوجہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور رو کر کہا اے ہمارے مہمان کی زوجہ میں بھی تجھے تیرے شوہر کا پرسہ دیتی ہوں اے بہن ہم بہت شرمندہ ہیں کہ ایسے وقت میں تیرا شوہر ہمارا مہمان ہوا کہ اسکی مہمان داری نہ کر سکے۔

پانی اور حاضری کو دیکھ کر جناب زینبؑ کا دل بھر آیا مقتل کی طرف دیکھ کر آہ کی اور کہا زینب کیسے یہ حاضری حلق سے اُتارے کاش مجھے موت آجاتی اور یہ وقت نہ دیکھتی زوجہ حُر سے فرمایا: اے بی بی! یہ پانی کس لئے لائی ہو اس کو پئے کون؟ بچے جوان، بوڑھے سب اس پانی کو ترس گئے ہمارا ششماہے تک کو دو بوند پانی نہ ملا اس

آب ودانے کوواپس لے جانہ کسی کو بھوک ہے نہ پیاس۔ ہمارے لئے تو غم کھانے کو اور آنسو پینے کو کافی ہیں زوجہ حُر نے بہت اصرار سے ان چیزوں کو وہاں رکھ دیا۔

کسی روائت میں نہیں ملتا کہ کسی بی بی نے کھانا کھایا ہو یا پانی پیا ہو بعد میں جناب زینبؑ نے سب بیبیوں سے کہا کہ پانی آیا ہے پیاسے بچوں کو پانی پلائیں ورنہ ہلاک ہو جائیں گے سب سے پہلے جناب سکینہ کو جگایا گیا اور کہا لے بیٹی پانی پی لے سکینہ نے کہا پانی لانے والے کے ہاتھ سے پیوؤں گی یہ سنتے ہی اہل حرم کے دل دہل گئے جناب زینبؑ نے کہا بیٹی تیرا خیال کہاں ہے یہ پانی تیرے چچا عباسؑ نہیں لائے یہ تو فوجِ یزید کی طرف سے آیا ہے یہ سن کر بچی نے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ جب جناب زینبؑ نے بہت اصرار کیا تو سکینہ نے کہا پھوپھی اماں آپ سب سے پہلے مجھے ہی کیوں پانی دے رہی ہیں فرمایا: بیٹی تو سب سے چھوٹی جو ہے۔ یہ سن کر سکینہ پانی کا کوزہ لیکر مقتل کی طرف جانے لگیں۔ پوچھا بیٹی کہاں جاتی ہو کہنے لگیں مجھ سے چھوٹا میرا بھائی علی اصغر ہے اسکا حق ہے اسے پلاؤں گی۔ جناب زینبؑ نے کہا بیٹی علی اصغر کہاں وہ تو تیرستم شہید ہو کر گہری نیند سو رہا ہے۔

مجلس نمبر (۱۹)

جنابِ نوحؑ اور جنابِ ابراہیمؑ کا امتحان اور اہلبیتؑ کا کربلا سے رُخصت ہونا

الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم اعظم درجۃ عند اللہ فاولئک ھم الفائزون ہ

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہِ خدا میں اپنے اموال سے اپنے نفس سے وہ خدا کے نزدیک بہت بلند مرتبے پر ہیں اور وہی فائز ہونے والے یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اس آیت میں تین صفات مذکور ہیں سب سے پہلے ایمان پھر ہجرت ہے اسکے بعد جہاد ہے جو متعلق ہے نفس سے اور مال سے۔ صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کر دینے سے ایمان تسلیم نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر دعویٰ کرنے والے کا امتحان لیا جاتا ہے۔ امتحان کے مختلف طریقے ہیں جس مرتبے کا انسان اسکا امتحان بھی ویسا ہی لیا جائے گا امتحان دینے والے اگر نبیؑ ہے اسکا امتحان اسکے مطابق اگر رسولؑ ہے تو اسکے درجہ کا اگر اولوالعزم ہے تو اسکی حیثیت کا امتحان اگر ختم المرسلین تو اسی درجے کی بلا و امتحان میں گرفتار کیا جائے اگر وصی رسولؐ ہے تو اسکا امتحان اسکے منصب کے مطابق گویا جیسے جیسے منصب بڑا ہوتا جائے گا اسکا امتحان بھی بڑا اور سخت ہوتا جائے گا۔ دنیا میں امتحان کا سلسلہ اَزل سے چلا آ رہا ہے آدم کا امتحان مفارقت جنت اور فراق حوا سے لیا گیا حضرت نوحؑ کا امتحان انکی اُمت کی سختی اور ظلم سے لیا گیا حضرت نوحؑ کی یہ حالت تھی کہ جب آپ اپنی اُمت کی ھدائت فرماتے تھے تو لوگ ان کو اتنے پتھر مارتے تھے کہ آپ زخمی ہو کر گر پڑے۔ لوگ آپکو مردہ سمجھ کر شہر کے باہر چھوڑ دیتے تھے جبرائیل امینؑ حضرت نوحؑ کا علاج کرتے۔ جب جسم اچھا ہو جاتا تو پھر اپنی قوم کے پاس جا کر

فرماتے تھے قولو لا الہ الا اللہ کہو کہ خدا ایک ہے۔توحید کا سبق دیتے تھے اور تکلیف اُٹھاتے تو اریخ بتاتی ہیں کہ نو سو برس حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کی ھدائت کی مگر چند لوگوں کے سوا کسی نے ایمان قبول نہ کیا۔

زمانے میں جتنے ہادی گزرے ہیں اور جنہوں نے ھدائت کا علم بلند کیا ہے انکے ساتھ انکی قوم نے غداری کی ہے حقیقت میں دنیا میں ھدائت کرنے والوں کی قدر نہیں ہوتی حضرت نوحؑ کی قوم انکی دشمن ہوگئی۔

جب بچے سمجھدار ہو جاتے تو انکے والدین حضرت نوحؑ کے پاس آئے اور بچوں سے کہتے تھے دیکھو بیٹا یہ شخص (معاذ اللہ) کاذب ہے، جادوگر ہے اسکی باتوں پر فریفتہ نہ ہونا۔اسکے دھوکے میں آکر اپنے خداؤں کو بھول نہ جانا جہاں تک ہو سکے اسکی ایذارسانی میں کوشش کرنا۔ایک مرتبہ ایک شخص اپنے لڑکے کولیکر آیا اور حضرت نوحؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا بیٹا جب تو جوان ہونا تو جس قدر ممکن ہو اس شخص کو اذیت دینا۔لڑکے نے کہا بابا جب تک میں جوان ہوں اس وقت تک یہ شخص زندہ نہ رہے اور مجھے حسرت رہ جائے کہ میں نے تمہاری وصیت پوری نہیں کی لہٰذا مجھے گود سے اُتارو باپ نے بیٹے کو زمین پر اُتارا۔لڑکے نے پتھر اُٹھا کر حضرت نوحؑ کے سر پر مارا خون جاری ہوا پھر بھی آپؑ نے ھدائت کا کام ترک نہیں کیا۔

اسی طرح سے جناب خلیلؑ کا بھی مختلف طریقوں سے امتحان لیا گیا پہلے تو آپ کی پیدائش ایسے لوگوں میں ہوئی تھی کہ جو بت پرست تھے جیسا کہ آپ کا چچا آذر کئی جگہ پر تواریخ میں اور خود قرآن میں آذر کو جناب ابراہیمؑ کا باپ بتایا گیا ہے لیکن عرب کے محاورے میں چچا کو باپ کہتے ہیں اس لئے کلام مجید میں محاورے میں باپ کہا گیا ہے حقیقت میں آپکے والد طارخ تھے۔آپؑ نے بہت بڑے ظالم بادشاہ کا مقابلہ کیا جو خدا ہونے مدعی تھا اسکے مال و دولت لشکر سب ہی کچھ تھا کسی کی مجال نہ تھی

کہ بادشاہ کے خلاف کچھ کر سکے۔ اس سب کچھ کے باوجود خلیل خدا نے نمرود کے سامنے حق بات کہنے سے کبھی گریز نہیں کیا ایک دن نمرود نے ابراہیم خلیل اللہؑ کو طلب کیا اور کہنے لگا کہ ابراہیم تمہارا خدا جو آسمان کی سلطنت کرتا ہے وہ کیا کر سکتا ہے جو میں نہیں کر سکتا ابراہیمؑ نے فرمایا: (ربی الذی یحی و یمیت) میرا خدا مردوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور زندوں کو فنا کرتا ہے نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں کچھ ایسے قیدیوں کو طلب کیا جنکو موت کا حکم سنایا جا چکا تھا ان میں سے بعض کو معاف کر کے چھوڑ دیا اور کچھ بے قصور کو موت کا حکم دے دیا اور کہنے لگا دیکھو ابراہیمؑ میں نے مرنے والے کو زندگی دیدی اور جسے زندہ رہنا تھا اس کو موت یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں اگرچہ نمرود کی دلیل واہیات تھی مگر بحث بے سود تھی ابراہیمؑ نے کہا (ان اللہ یوتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب) میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کر دکھادے اس پر کافر مبہوت ہو کر رہ گیا ظاہر ہے اسکا نمرود نہ جواب دے سکتا نہ ایسا کر سکتا تھا حضرت ابراہیمؑ ہمیشہ نمرود کو سمجھاتے تھے مگر وہ ہمیشہ آپؑ کو تکلیف دیتا۔ ابراہیمؑ کو جلانے کیلئے نمرود نے حکم دیا کہ چار بہت بڑی دیواریں بنائی جائیں پھر اس نے تمام ماننے والوں کو حکم دیا کہ جس قدر لکڑیاں اس جگہ ہو سکیں جمع کرو نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ لوگ منت کے پورا ہونے پر لکڑیاں چڑھاوے کے طور پر جمع کرتے یعنی ہمارا یہ کام ہو جائے تو ہم ابراہیمؑ کو جلانے کیلئے اتنی لکڑیاں وہاں جمع کریں گے دو سال تک نمرود کی تمام رعایا لکڑیاں جمع کرتی رہی ان میں نمرود کے حکم سے آگ لگائی گئی دس روز تک وہ آگ سلگائی اور بھڑکائی جاتی رہی۔ آگ کے شعلے اس قدر بلند ہو گئے تھے کہ فضا میں پرواز کرنے والے پرندے تک جل جاتے تھے تب اس نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالدو۔ مگر مشکل یہ ہوئی کہ آگ کی تپش اور گرمی کی وجہ سے آگ کے قریب جانا کسی کا ممکن نہ تھا اس وقت اسنے تمام

درباریوں کوطلب کر کے مشورہ طلب کیا کہ ابراہیمؑ کوآ گ میں کیسے ڈالا جائے یہ بھی خدا تھا جسے اپنے کام میں مخلوق کی مدد درکارتھی بہرحال سب نے ملکر کہا کہ منجنیق بنائی جائے اور اس میں ابراہیمؑ کو بٹھا کر آ گ میں پھینکا جائے۔ آسمان اور زمین میں طلاطم برپا ہوگا خدا کی مخلوق نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی بارالٰہا دنیا میں ایک تیرا ماننے والا ہے جس پر تو نے نمرود کوتسلّط دے دیا وہ چاہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کوجلا ڈالیں ہم کواجازت دے کہ ہم ابراہیمؑ کی مدد کریں حکم ہوا جاؤ ابراہیمؑ قبول کرے تو ضرورمدد کروسب سے پہلے وہ ملک حاضرا ہوا جو ہواپر موکل تھا آ کر سلام کیا ابراہیمؑ نے کہا تو کون ہے جو مجھ غریب کوسلام کرتا ہے۔ اس ملک نے عرض کی کہ اے خدا کی نبیؑ میں موکل ہوں ہواپر اگر اجازت ہوتو میں اس ساری آ گ کواُڑا کران کافروں کے گھر میں پھیلادوں اور ان میں سب جل کر خاک ہو جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں سوائے خدا کے کسی کی مددنہیں چاہتا اسکے بعد وہ فرشتہ آیا جو بادلوں پرموکل تھا اسنے کہا اگر آپ اجازت دیں تو بارش برسا کر ساری آ گ کو بجھادوں حضرت ابراہیمؑ نے کہا خدا جو چاہے گا وہ کرے گا غرض کے منجنیق میں جارہے ہیں مگر دل خدا کی طرف ہے جب آ گ کے بالکل قریب تھے جبرائیل امین نے پوچھا نبی خداؑ کوئی حاجت فرمایا: ہے مگر تجھ سے نہیں جبرائیلؑ نے کہا اچھا جس سے حاجت ہے اس سے طلب کروفرمایا: وہ میرے حال سے بخوبی واقف ہے سوال کی کیا ضرورت بعض روائت کے مطابق جبرائیلؑ نے کہا جس سے حاجت ہے اس سے بیان کیوں نہیں کرتے ابراہیمؑ نے کہا جب دوست ہی دوست کا جلنا پسند کرے تو زندگی بیکار ہے رب العزت کی طرف سے خطاب ہوا جب دوست دوست کی خوشی چاہتا ہے تو جلانا مناسب نہیں یہ فرما کر حکم دیا(یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم)اے آ گ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا سلامتی کے ساتھ ابراہیمؑ آ گ میں پہنچے آ گ گلزار ہوگئی۔

عزادارو سنا آپ نے کہ انبیاءؑ کا امتحان مختلف طریقے میں لیا گیا سب امتحانوں سے بڑا امتحان کربلا میں لیا گیا اور اس امتحان میں کامیاب ہونے والے صرف مرد ہی نہ تھے بلکہ عورتیں اور بچے بھی تھے۔

گیارہویں محرم سے عزاداروں بیبیوں کا سخت امتحان شروع ہوا۔ کربلا سے کوفہ اور کوفے سے شام بے پردہ پھرائی گئیں گیارہ محرم کو پسر سعد نے حکم دیا کہ اسکی فوج کے مقتولین نجس کی تدفین کی جائے۔ ایک سردار نے پوچھا حسینؑ اور انکے ساتھیوں کی لاشوں کی بارے میں کیا حکم ہے اس ملعون نے جواب دیا ایسے ہی خاک پر چھوڑ دو۔ صبح سے سہ پہر تک کشتہائے نجس دفن ہوتے رہے جب لاشیں دفن ہو چکیں تو پسر سعد نے اہل حرم کو گرفتار کر کے کوفے روانہ کرنے کا حکم دیا۔ بیبیاں خاک پر زیر آسمان بیٹھی تھیں کہ شمر اور خولی فوج کا ایک دستہ لیکر وہاں آئے۔ سب بیبیوں کے بازوؤں میں رسیاں باندھیں۔ بیمارِ کربلا کو طوق و زنجیر پہنائی اور لشکر گاہِ پسر سعد کی طرف لے گئے وہاں سے برہنہ پشت اُونٹوں پر سوار کیا گیا جن پر نہ کجاوے تھے نہ عماری کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ آہ اس وقت اہلحرم کی گریہ وزاری کا کیا حال بیان کیا جائے بیبیاں اپنے عزیزوں کے بے گوروکفن لاشوں پر رو بھی نہ سکیں بھوک پیاس کی نقاہت، بے کجاوہ اُونٹ، اسیری کی حالت، نامحرموں کا ہجوم، قدم قدم پر غش آرہے تھے اُونٹوں پر سے گر گر پڑتی تھیں اس پر اشقیاء تازیانے مارتے تھے شام کے وقت یہ قافلہ مقتل حسینؑ سے گزرتا ہوا کوفے کے لئے روانہ ہوا تھوڑی دور چلے تھے کہ یکا یک جس نیزے پر امام مظلومؑ کا سر تھا چلتے چلتے رُک کر زمین میں گڑ گیا نیزے کو اُکھاڑنے کی لوگوں نے بہت کوشش کی مگر سر انور اپنی جگہ جما رہا شمر ملعون بیمارِ کربلا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ علی ابن الحسینؑ کیا وجہ ہے کہ آپؑ کے باپ کا سر آگے نہیں بڑھتا حضرتؑ نے باباؑ کے سر کی طرف دیکھنے کے بعد کہا اے شقی میری

چھوٹی بہن سکینہ اُونٹ سے گر گئی ہے جب تک وہ ہم سے نہ مل جائے گی بابا کا سر ہرگز آگے نہ بڑھے گا شمر اس پر غصے میں بھرا ہوا مقتل شہدا کی طرف پلٹا اور بچی کو اُدھر تلاش کرنے لگا اس وقت حسینؑ کی لاڈلی باپ کی لاش سے لپٹی ہوئی فریاد کر رہی تھی بابا چین سے یہاں سو رہے ہو اور ہم قیدی بن کے جا رہے ہیں ظالموں نے ہمارے خیموں میں آگ لگا دی اور ایسا لوٹا کہ کسی بی بی کے سر پر چادر نہ چھوڑی آپؑ نے ہماری خبر نہ لی ظالم نے میرے کان چیر کر گوشوار چھینے۔ دیکھئے میرا کرتا خون سے بھرا ہوا ہے اے بابا آپؑ کے سینے پر سونے والی رات بھر خاک پر پڑی رہی بابا جان مجھے بتاؤ آپؑ اپنی پیاری سکینہ سے کیوں ناراض ہو گئے بچی نے باپ سے پوری داستان غم بھی بیان نہ کی تھی کہ شمر شقی آ پہنچا آ کر غصے میں جناب سکینہ کو ایسے زور سے طمانچے لگائے اور ننھے بازؤں کو زور سے پکڑ کر لاش حسینؑ سے جدا کیا اور قافلے کی طرف لے چلا سکینہ مڑ مڑ کر باپ کی لاش کو دیکھ کر فریاد کرتی تھی افسوس اس بچی کے حال پر اس ملعون کو رحم نہ آیا۔ اُونٹ پر بٹھا کر وہاں سے کوچ کیا۔

مجلس نمبر (۳۰)

جنابِ سیدہؑ کا شادی میں جانا اور اُم حبیبہ کی روائت

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلّم:

فاطمة ابنتی سیدة النّساء العالمین وھی بضعة منّی ھی روحی الّتی بین جنبی من اذاھا فقد اذانی

جناب رسول خداؐ نے فرمایا! میری بیٹی فاطمہؑ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہے۔ وہ میرا ٹکڑا ہے میری جان ہے جو میرے پہلو میں ہے جس نے اس کو ایذا دی اسنے مجھ کو ایذا دی۔

جنابِ فاطمہؑ اس قدر رسول اللہؐ سے ملتی جلتی تھیں کہ جناب عائشہ سے روائت ہے کہ میں نے کسی کو اس قدر مشابہ رسول اللہؐ سے نہیں دیکھا جتنا جناب فاطمہؑ کو جب آپ بات چیت کرتیں تو ایسا لگتا تھا جیسے رسول خداؐ بات کر رہے ہیں جب آپ چلتیں تو ایسا معلوم ہوتا رسول خداؐ جا رہے ہیں جب جناب سیدہؑ باپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آنحضرتؐ فرماتے تھے یا مرحبا! آپکے ہاتھ چومتے اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے رسولؐ اللہ کو جناب سیدہؑ سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں ایک عرب جماعت حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ آپؐ کی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زحمت فرما کر ہمارے شادی میں شرکت کر کے ہمارے گھر کو منور کریں۔ اگر آپؐ کی اجازت ہو آپؐ نے جواب دیا فاطمہؑ کی رضا مندی کے بغیر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ فرما کر آپؐ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا: بیٹی فاطمہ عرب کے رئیس ہمارے پاس آئے ہیں اور وہ تم کو شادی میں لے جانے کی خواہش کرتے ہیں جناب فاطمہؑ نے عرض کی آپؐ کا حکم بہ سروچشم لیکن میں جانتی ہوں کہ میری

دعوت سے اپنے گھروں کی زینت کا مطلب نہیں وہ مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہیں ان کی عورتیں لباس ہائے فاخرہ سے مزین اور زیورات سے آراستہ میرے پاس سوائے پرانی پیوند دار رِدا اور پھٹی ہوئی قمیض کے سوا کچھ نہیں ہے میں اس حالت میں شادی میں کس طرح جاؤں؟ فلما یسمع النبی کلا مھا الم قلبه بکی اس کلام کو سن کر جناب رسول خداؐ بے اختیار رونے لگے اسی وقت جناب جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ پروردگار بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے: تم فاطمہؑ کو اسی پرانے لباس کے ساتھ بھیجو ہمارا فعل حکمت و وسیلے سے خالی نہیں ہے بس حضرتؐ نے پیغام خدا اپنی بیٹی کو سنایا اور آپؑ نے خدا کا شکر ادا کیا اور حکم کی تعمیل کی وہ قمیض اور بوسیدہ ردا جس پر جا بجا خُرمے کے پیوند تھے اُوڑھ کر دولت سرا سے شادی میں چلیں سات قدم بھی نہ چلیں تھیں کہ جبرائیل امینؑ بہشتی زیور، کپڑوں اور حوروں کے ساتھ نازل ہوئے جناب فاطمہؑ کو حوروں نے لباس فاخرہ اور زیور سے آراستہ کیا اور اپنے جلو میں لیکر روانہ ہوئیں۔ یہ حوریں چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحلیل کرتی ہوئی سیدہؑ کے ساتھ خانۂ عروس تک گئیں جب اس گھر میں جلوہ افروز ہوئیں سب عورتیں تعظیم کا سجدہ کرنے لگیں جنت کی خوشبو سے ہر ایک پر غش طاری ہونے لگا خصوصاً دلہن پر اس طرح سے غش تاری ہوا کہ عالم مدہوشی میں مر گئی خانۂ شادی ماتم کدہ بن گیا جناب سیدہؑ نے یہ حال دیکھا تو بہت ہی رنج ہوا آپؑ نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی سجدۂ خالق میں بہ کمالِ خصوع و خشوع عرض کرنے لگیں اے میرے مالک! موت کے بعد حیات کو بخشنے والے تجھے واسطہ دیتی ہوں محمدؐ و علیؑ کا کہ اس دلہن کو حیات عطا فرما ابھی فاطمہؑ نے سجدے سے سر نہ اُٹھایا تھا کہ دلہن زندہ ہو گئی اسے ایک چھینک آئی اسنے کہا کہ الحمد للہ ربّ العالمین اور جناب سیدہؑ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی یا بنت رسول اللہؐ آپکے پدر بزرگوار پیغمبرؐ ہیں اور جناب امیرؑ

برحق وصی ہیں اور بت پرستی باطل ہے میں سچے دل سے کہتی ہوں اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ و ان علیا ولیہ ووزیرہ بعد اسکے سات سو مرد عورت ایمان لائے اور زیورات کو سیدہؑ پر سے نثار کیا نہایت عزت وتکریم سے تمام لوگوں نے جناب سیدہؑ کو رُخصت کیا ایک عورت آپکی کنیزی میں دی آپؑ نے واپس آ کر کل ماجرا رسالتمآبؐ سے بیان کیا آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا جو کنیز آپکے ساتھ آئی اسکا نام آپ نے اُم حبیبہ رکھا۔ (صلوات)

اُم حبیبہ ہمیشہ امام حسنؑ، امام حسینؑ، جناب زینبؑ اور کلثومؑ کے ساتھ رہیں وقت وفات جناب فاطمہؑ، جناب امیرؑ کے سپرد کیا۔ جناب امیرؑ نے اسکو اولاد کی طرح رکھا جب حضرتؑ کو ظاہری خلافت ملی تو کوفے میں ابن حارث کے ساتھ شادی کر دی۔ مسجد کوفہ میں امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد اہل بیتؑ پھر مدینے آ کر قبر رسولؐ کے مجاور ہوئے۔ اُمہ حبیبہ نے بچپن سے اہل بیتؑ کے ساتھ پرورش پائی۔ جب سے اہل بیتؑ کا ساتھ چھوٹا بے چین رہتی تھیں اکثر شب و روز رویا کرتیں اور اکثر لوگوں سے مدینے کی خبریں پوچھتی تھیں۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ کی شہادت کی خبر ہوئی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا زلفوں میں شانہ کرنا آنکھوں میں سُرمہ لگانا چھوڑ دیا چالیس روز سوگ منایا اور اسی دن سے برابر یہ دُعا کرتیں تھیں کہ بارِالٰہا پنجتن میں ایک میرا شہزادہ حسینؑ رہ گیا ہے اسے ظالموں سے محفوظ رکھنا۔ دس سال نہ گزرے تھے کہ حضرت امام حسینؑ سے بھی زمانہ پھر گیا ناناؐ کی قبر چھوڑ کر جانا پڑا۔ خدا کے گھر میں پناہ لی وہاں بھی دشمنوں نے چین سے رہنے نہ دیا۔ کربلا کے بن کو بسایا چند قبروں کی زمین خرید لی اور چاہا اسی صحرا میں زندگی بسر کریں مگر وہاں بھی راحت نصیب نہ ہوئی دو دن نہ ہوئے تھے کہ کوفے سے فوج پر فوج آنے لگی مدینے کے مسافروں پر دشمن افواج کی یلغار ہونے لگی تین روز پانی بند رہا محرم کی دسویں کو گھر کا گھر قتل کر دیا گیا عصر عاشور علیؑ و فاطمہؑ

کے چراغ کوگل کردیا گیا جبرائیلؑ نے ندادی (الا قتل الحسین بہ کربلا الاذبح الحسین بہ کربلا) حسینؑ کو کربلا میں قتل کردیا گیا حسینؑ کو کربلا میں ذبح کردیا گیا عالمین کی شہزادیاں قید ہوئیں خیام اہلبیت جلائے گئے یہ سب کربلا میں ہوا مگر اُمہ حبیبہ کو خبر نہ ہوئی ایک دن اُمہ حبیبہ اپنے گھر میں بیٹھی تھیں کہ شور ہوا کچھ عورتوں نے آ کر کہا کہ کچھ قیدی آئے ہیں انکے آگے آگے نیزوں پر کٹے ہوئے سر آئے ہیں اُمہ حبیبہ تماشہ دیکھنے چلو اُمہ حبیبہ نے کہا میری شہزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مجھے منع کیا ہے کہ قیدیوں کا تماشہ کبھی نہ دیکھنا۔ ان عورتوں نے کہا کہ ان اسیروں کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ قیدی اور سر ان لوگوں کے ہیں جنہوں نے امیر شام پر خروج کیا تھا۔ اُمہ حبیبہ نے کہا میرا شوہر سفر پر گیا ہے میں اسکی اجازت کے بغیر باہر نہیں جاؤں گی۔ ان عورتوں نے کہا باہر جانے کی ضرورت نہیں تمہارا کوٹھا سرے کا ہے اسپر جا کر دیکھیں گے سب عورتیں اُمہ حبیبہ کو کوٹھے پر لے گئیں دیکھا بہت سے پیادے اور سوار تلوار کھینچے اور نیزہ بلند کئے آگے چلے آتے ہیں ان کے پیچھے کچھ لڑکوں کے کچھ جوانوں کے اٹھارہ کٹے ہوئے سر نیزوں پر اس طرح علم ہیں کہ کسی کے گیسو غبار آلودہ ہیں اور کسی کے سروں میں خاک پڑی ہے اور بھولی بھولی صورتوں پر جا بجا خون بکھرا ہوا ہے اور ایک بڑے نیزے پر ایک سر انور آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں اس سر کو اُمہ حبیبہ نے غور سے دیکھا مگر ایسا خاک وخون میں بھرا ہوا تھا کہ پہچان میں نہیں آ رہا تھا دل میں کہتی تھیں کہ یہ صورت میں نے کہیں دیکھی ہے اس کے بعد کچھ اُونٹ آئے ان پر بیس بیبیاں ترک و روم کی باندیوں کی طرح بیٹھی ہیں حالت یہ ہے کہ انکے رخسار نیلے ہو گئے ہیں سر برہنہ ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں روتی پیٹتی اور آگے آگے ان کے ایک بیمار طوق وزنجیر میں اس طرح جکڑا ہوا ہاتھ پشت گردن سے اور پاؤں اُونٹ کے پیٹ سے بندھے ہوئے ہیں راستے کی تکلیف

سے پنڈلیوں کا گوشت غائب ہو گیا ہے اس میں سے برابر خون جاری ہے اُمہ حبیبہ کا دل اس قیدی کو دیکھ کر بھر آیا تھا جب بیبیوں کے اُونٹ قریب آئے تو تو اُمہ حبیبہ ان سے پوچھنے لگیں اے قیدیو تم کس قبیلے سے ہو اس وقت اسکے سامنے جو اُونٹ تھا اس پر حضرت زینبؑ سکینہ کو لئے ہوئے سوار تھیں جناب سکینہ بہت پیاسی تھیں ایک ایک سے پانی طلب کر رہی تھیں اُمہ حبیبہ یہ دیکھ کر بے چین ہو گئیں اور بولیں بچی صبر کرو میں ابھی پانی لاتی ہوں فوراً پانی لائیں اور کہنے لگیں کہ اے قیدیو میں چاہتی ہوں کہ میرے واسطے دوؤ عائیں کر دو کہ بیکس اور یتیم کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے جناب سکینہ نے چاہا کہ پانی پئیں مگر جناب زینبؑ نے کہا بیٹی پہلے اسکے لئے دُعا کرو جناب سکینہ نے پوچھا کہ کیا دُعا کرانا چاہتی ہے اس نے کہا پہلی دُعا یہ کرو کہ میرے بچوں کو خدا اس طرح یتیم واسیر نہ کرے جناب سکینہ نے دُعا کی دوسری دُعا یہ کرو کہ مجھکو خدا اپنی شہزادی زینبؑ کی زیارت سے مشرف کرے۔ جناب زینبؑ نے کہا تو نے کبھی زینب کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں میں نے برسوں انکی خدمت کی ہے انکی کنیزی میں رہی ہوں کیا تو زینب کو دیکھے گی تو پہچان لے گی اُمہ حبیبہ نے کہا میں آقازادی کو ضرور پہچان لوں گی اب جناب زینبؑ کو تاب ضبط باقی نہ رہی کہنے لگیں اُمہ حبیبہ تو نے کہاں پہچانا! میں زینب ہوں فاطمہؑ وعلیؑ کی بیٹی ہوں میرے سر پر چادر ہے نہ مقنع اُمہ حبیبہ خانوادۂ رسالت کو تباہ و برباد کیا گیا تیرے آقا حسینؑ کا سر وہ نوکِ نیزہ پر بلند ہے ہمارے اٹھارہ جوانانِ بنی ہاشم کو کربلا میں قتل کر دیا گیا ہمیں اسیر کر کے بے مقنع و چادر بازاروں میں پھرایا جا رہا مردوں میں ایک سید سجادؑ باقی ہے جو طوق و سلاسل میں اسیر ہے۔ اُمہ حبیبہ نے اس قدر ماتم کیا کہ غش کھا کر کوٹھے سے گر کر راہی عدم ہو گئیں۔

سلام

(۱۴۶)

عجب وقت ہے اور عجب انجمن ہے
سلامی یہ محفل علیؑ کا چمن ہے

سلامی یہ آل نبیﷺ پر محن ہے
کہ بارہ تو بازو ہیں اور اک رسن ہے

نہیں انگلیاں پانچ مصرعے ہیں گویا
مرے ہاتھ میں خمسۂ پنجتن ہے

کھلا یہ دو رنگی سے برگِ حنا کی
یہ رنگ حسینؑ اور وہ رنگ حسنؑ ہے

گریباں مرا چھوڑاے حرصِ دنیا
مرے ہاتھ میں دامن پنجتن ہے

کہا ماں نے جاتے ہو اصغرؑ کہاں تم
اشارہ کیا قصدِ نہر لبن ہے

مکاں دیکھے معراج میں دو نبیؐ نے
کہ ہر ایک جنت میں پرتو فگن ہے

محل ایک زمرد کا ہے رشکِ طوبیٰ
تو وہ دوسرا رشک لعل یمن ہے

کہا سرخ اور سبز کیوں ہیں یہ دونوں
دل اس وقت خود بخود نعرہ زن ہے

کہا حاملِ وحی نے سر جھکا کر
یوں ہی مرضیٔ حضرت ذوالمنن ہے

کروں مختصر عرض ہے طول اس میں
یہ قصرِ حسینؑ اور قصرِ حسنؑ ہے

گلے میں رسن جب بندھی بولے عابدؑ
کہ ہم میں بھی مشکل کشا کا چلن ہے

اسیروں کو دکھلا کے خولی پکارا
یہ کنبہ علیؑ کا اسیر محن ہے

نظر آیا مقتل تو عابد پکارے
یہ نعش امام غریب الوطن ہے

نہیں جسم پر ایک چادر کا سایہ
نئی گردش اے آسمان کہن ہے

ندا آئی لاشے سے بیٹا نہ روؤ
رہِ حق میں راحت یہ رنج و محن ہے

یہ نیزوں کی چوبیں ہیں تابوت اپنا
یہ دامانِ صحرا ہمارا کفن ہے

نہیں رنج کچھ اپنی عریاں تنی کا
یہ غم ہے کہ زینبؑ اسیر محن ہے

انیسؔ اس قدر شور بختی کا شکوہ
یہ دولت ہے تھوڑی کہ شیریں سخن ہے

سلام

(۱۴۷)

رنج دنیا سے کبھی چشم اپنی نم رکھتے نہیں — جز غم آلِ عبا ہم اور غم رکھتے نہیں

کربلا پہنچے ، زیارت کی، ہمیں پرواہے کیا — اب ارم بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے ، فقیر اللہ کے — سر جہاں رکھتے ہیں سب واں یہ قدم رکھتے نہیں

صورتِ محراب خم ہو کر بصد عجز و نیاز — سر نہ رکھیں گر تو منبر پر قدم رکھتے نہیں

دیکھنا کل ٹھوکریں کھاتے پھریں گے اُن کے سر — آج نخوت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں

کہتے تھے اعدا کے بچے بھی علیؑ کے شیر ہیں — جب بڑھاتے ہیں تو پھر پیچھے قدم رکھتے نہیں

دھو دیے اشکوں نے دفتر سے تمام اعمالِ زشت — ہم تری پروا کچھ اے ابرکرم رکھتے نہیں

جو سخی ہیں مال دنیا سے ہیں خالی ان کے ہاتھ — اہل دولت جو ہیں وہ دستِ کرم رکھتے نہیں

جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تری سرکار سے — ہم ہیں صابر کچھ خیالِ بیش و کم رکھتے نہیں

نقد جاں تک دے کے ہم جاتے ہیں یاں سے وقتِ کوچ — عاریت جو شے ہو اس کو پاس ہم رکھتے نہیں

ایک کشکول تو کل ایک نقد جاں ہے پاس — ہیں غنی دل کے کوئی دام و درم رکھتے نہیں

کہتے تھے سجادؑ کھینچ سکتی نہ تھیں جب بیڑیاں — کیا کروں اس بوجھ کی طاقت قدم رکھتے نہیں

کہتے تھیں رانڈیں کسے لوٹو گے آکر ظالمو — سیم و زر شبیرؑ کے اہل حرم رکھتے نہیں

فقروفاقے میں ہمیشہ ہوگئی سب کی بسر — ان رداؤں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں

یہ مکاں محبوب حق کا ہے نہ آنا اس طرف — بے اجازت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں

چادریں جب چھینیں رانڈوں کی تو عابدؑ نے کہا — کچھ حیا و شرم یہ اہل ستم رکھتے نہیں

مرثیہ اک دن میں کیا سب کہہ کے اٹھو گے انیسؔ — ہاتھ سے کیوں آج قرطاس وقلم رکھتے نہیں

سلام

(۱۴۸)

شبیہ امام زماں کھینچتے ہیں تصور میں تصویرِ جان کھینچتے ہیں
جگہ مول لی ہے مزاروں کی خاطر شہ دیں زمیں پر نشاں کھینچتے ہیں

تپِ غم کی شدت سے کہتے تھے عابدؑ عجب سختیاں استخواں کھینچتے ہیں
کہاں بیڑیاں اور کہاں پائے عابدؑ یہ لنگر کہیں ناتواں کھینچتے ہیں
پکاری سکینہؑ دہائی ہے بابا ستم گر مری بالیاں کھینچتے ہیں
کٹی جاتی ہیں گردنیں بی بیوں کی رسن کو جو ایذا رساں کھینچتے ہیں
یہ عالم ہے فرقت میں کہتی تھی صغراؑ کہ رگ رگ سے جس طرح جاں کھینچتے ہیں
قدم بیڑیوں میں ہیں رسّی میں بازو یہ دکھ عابدؑ ناتواں کھینچتے ہیں
کہا رو کے اکبرؑ نے اے درد تھم جا کہ سینے سے بابا سناں کھینچتے ہیں
انیسؔ اس زمیں میں بہت کم ہے وسعت کمیتِ قلم کی عناں کھینچتے ہیں

سلام

(۱۴۹)

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے
خدا کے آگے ندامت سے سر جھکا کر چلے

مقام یوں ہوا اس کا گاہِ دنیا میں
کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے

خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا
چلے جہاں سے اصغرؑ تو مسکرا کے چلے

طلب سے عار ہے اللہ کے فقیروں کو
کبھی جو گیا پھیرا صدا سُنا کے چلے

کسی کا دل نہ کیا پائمال ہم نے کبھی
چلے جو راہ تو چیونٹی کو بھی بچا کے چلے

خرامِ سپ شہ دیں سے دیں گے ہم تشبیہ
کہاں ہے کبکِ دری چال تو بنا کے چلے

ملا جنہیں انہیں افتادگی سے اوج ملا
انہیں نے کھائی ہے ٹھوکر جو سر اٹھا کے چلے

حسینؑ کہتے تھے و احسر تا علی اکبرؑ
بہار باغ جوانی ہمیں دکھا کے چلے

ملک پکارے کہ اُلٹا زمین کا تختہ
حسینؑ فوج پہ جب آستیں چڑھا کے چلے

ملی نہ پھولوں کی چادر تو اہل بیت انام
مزار شاہ پہ لخت جگر چڑھا کے چلے

چلے وطن کو جو عابدؑ تو کہتے تھے رو کر
علیؑ کے چاند کو ہم خاک میں ملا کے چلے

رہی غرور سے نفرت نیازمندوں کو
قلم کی طرح چلے جب تو سر جھکا کے چلے

تمام عمر جو کی سب نے بے رخی ہم سے
کفن میں ہم بھی عزیزوں سے منہ چھپا کے چلے

انیسؔ دم کا بھروسا نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

سلام

(۱۵۰)

گرد ہے اکسیر خاکِ کربلا کے سامنے
زرد مٹی کی حقیقت کیا طلا کے سامنے

فاصلہ کیا ادھر پہنچے اُدھر داخل ہوئے
کربلا جنت کے جنت کربلا کے سامنے

جسم کو اک دن فنا کردیں گے جھونکے آہ کے
بات کیا ہے خاک اُڑا دینا ہوا کے سامنے

پردہ پوش عاصیاں ہے ان کا دامانِ وسیع
کیا گنہ کا ڈھانپنا آلِ عبا کے سامنے

کہتے تھے حضرت علی اکبرؑ کا مرنا ہے غضب
ہم نہ دنیا سے گئے اس دلربا کے سامنے

جب سکینہؑ کی زباں میں پیاس سے کانٹے پڑے
سر جھکا کر مشک لے آئی ، چچا کے سامنے

فقر کی دولت کو کیا خالق نے بخشا ہے وقار
ہاتھ پھیلاتا ہے سلطاں بھی گدا کے سامنے

ذوالفقار حیدر صفدر سے شرماتی ہے برق
ابر نیساں تر ہے زہراؑ کی ردا کے سامنے

خوف کیا ہے بہر پرسش آئیں گے منکر نکیر
بندہ حیدرؑ ہوں کہہ دوں گا خدا کے سامنے

عقدۂ دل جلد حل ہوتے ہیں گھبراتا ہے کیوں
کیا گرہ کا کھولنا مشکل کشا کے سامنے

کہتے تھے خولی سے عابدؑ چادرِ زینبؑ نہ چھین
ہاتھ باندھے جائیں گے مشکل کشا کے سامنے

یاد رکھ ظالم پریشاں ہوگا مجمع حشر کا
فاطمہؑ جب بال کھولے گی خدا کے سامنے

فصل پیری میں ہوس دنیا کی توبہ کر انیسؔ
حشر میں کس منہ سے جائے گا خدا کے سامنے

سلام

(۱۵۱)

کوئی انیس کوئی آشنا نہیں رکھتے
کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے

نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسینؑ واہ رے صبر
یہ داغ ہوش بشر کے بجا نہیں رکھتے

حسینؑ کہتے تھے سوئیں گے پاؤں پھیلا کر
سوائے قبر کوئی اور جا نہیں رکھتے

سوائے کوثر و تسنیم و خلد و باغ و بہشت
یہ اشک ہیں وہ گہرا جو بہا نہیں رکھتے

قناعت و گہر آبر و دولتِ دیں
ہم اپنے کیسۂ خالی میں کیا نہیں رکھتے

ہمیں تو دیتا ہے رازق بغیر منّت خلق
وہی سوال کریں جو خدا نہیں رکھتے

فقیر دوست جو ہم کو سرفراز کرے
کچھ اور فرش بجز بوریا نہیں رکھتے

مسافر و شب اوّل بہت ہے تیرہ وتار
چراغ قبر ابھی سے جلا نہیں رکھتے

وہ لوگ کون سے ہیں اے خدائے کون مکاں
سخن کو کان سے جو آشنا نہیں رکھتے

خدا نے آیۂ تطہیر جن کو بھیجا تھا
وہ پردہ دار سروں پر ردا نہیں رکھتے

سکینہ کہتی تھی کیوں کر نہ دم گھٹے امّاں
وہاں ہیں بند جو حجرے ہوا نہیں رکھتے

غش آیا راہ میں جس دم تو کہتے تھے سجادؑ
وہ دور ہیں جو امیدِ شفا نہیں رکھتے

فلک پہ شور تھا کٹتا ہے حلقِ پاک رسولؐ
حسینؑ تیغ کے نیچے گلا نہیں رکھتے

حسینؑ تیغوں کے آگے سے کس طرح ہٹتے
بڑھا کے پیچھے قدم پیشوا نہیں رکھتے

مرثیہ انیس سے اقتباس

فرزندِ پیمبر کا مدینے سے سفر ہے
سادات کی بستی کے اُجڑنے کی خبر ہے
درپیش ہے وہ غم کہ جہاں زیر و زبر ہے
گُل چاک گریباں ہیں صبا خاک بسر ہے
گُل رُو صفت غُنچہ کمر بستہ کھڑے ہیں
سب ایک جگہ صورتِ گلدستہ کھڑے ہیں

رُخصت کے لئے لوگ چلے آتے ہیں باہم
ہر قلب حزیں ہے تو ہر آنکھ ہے پُرنم
ایسا نہیں گھر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم
غُل ہے کہ چلا دلبرِ مخدومۂ عالم
خدام کھڑے پیٹتے ہیں قبرِ نبیؐ کے
روضہ پر اُداسی ہے رسولِ عربیؐ کے

عوراتِ محلّہ چلی آتی ہیں بصد غم
کہتی ہیں یہ دن رحلتِ زہراؑ سے نہیں کم
پُرسے کی طرح رونے کا غُل ہوتا ہے ہر دم
فرش اُٹھتا ہے کہ بچھتی ہے گویا صفِ ماتم
غُل ہوتا ہے ہر سمت جُدا ہوتی ہے زینبؑ
ہر اک سے گلے ملتی ہے اور روتی ہے زینبؑ

لے لے کے بلائیں یہی سب کرتی ہیں تقریر
اس گرمی کے موسم میں کہاں جاتے ہیں شبّیرؑ
سمجھاتی نہیں بھائی کو اے شاہ کی ہمشیر
مُسلم کا خط آئے تو کریں کوچ کی تدبیر
للہ ابھی قبرِ پیمبرؐ کو نہ چھوڑیں
گھر فاطمہ زہراؑ کا ہے اس گھر کو نہ چھوڑیں

ان بیبیوں سے کہتی تھیں یہ شاہ کی ہمشیر
بہنوں ہمیں یثرب سے لئے جاتی ہے تقدیر
اس شہر میں رہنا نہیں ملتا کسی تدبیر
یہ خط یہ خط آئے ہیں کہ مجبور ہیں شبّیرؑ
مجھ کو بھی ہے رنج ایسا کہ کچھ کہہ نہیں سکتی
بھائی سے جُدا ہو کے مگر رہ نہیں سکتی